تصوف پر علمی تحقیقی و دعوتی مجلہ کتابی سلسلہ الاحسان کی خصوصی پیش کش
عارف ربانی، غوث صمدانی، محبوب سبحانی
شیخ عبدالقادر جیلانی
احوال، افکار، تعلیمات اور اثرات
کتابی سلسلہ
11
شاہ صفی اکیڈمی
SHAH SAFI ACADEMY
A centre for research on Islamic studies and Sufism

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصوف پر علمی، تحقیقی و دعوتی مجلہ

الاحسان

شمارہ-۱۱
جون ۲۰۲۲ء / ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ

سرپرست

داعی اسلام شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

زیب سجادہ: خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں

مدیر

ابو سعد حسن سعید صفوی

مرتبین

ذیشان احمد مصباحی　　ضیاء الرحمن علیمی

غلام مصطفیٰ ازہری　　مجیب الرحمن علیمی

معاونین

آفتاب رشک مصباحی، اصغر علی مصباحی، علی احمد عثمانی

ناشر

شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی (یوپی)

سلسلۂ مطبوعات نمبر (۲۸)

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

مجلس مشاورت

احمد جاوید (لاہور)

پروفیسر اختر الواسع (نئی دہلی)

پروفیسر سید شمیم الدین احمد منعمی (پٹنہ)

پروفیسر سید علیم اشرف جائسی (حیدرآباد)

پروفیسر مسعود انور علوی (علی گڑھ)

پروفیسر معین الدین جینابڑے (نئی دہلی)

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر (الہ آباد)

سید ضیاء الدین رحمانی (جدہ)

شاہ نوازش محمد فاروقی صفوی (صفی پور)

مولانا عبید اللہ خان اعظمی (ممبئی)

مولانا محمد عطیف قادری (بدایوں)

نوشاد عالم چشتی (علی گڑھ)

سرورق: طارق رضا قادری

تزئین: ظفر عقیل سعیدی

خصوصی شمارہ

شیخ عبد القادر جیلانی

احوال، افکار، تعلیمات اور اثرات

"خوف خدا کو تھامے رہنا، اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرنا، نہ اس کے سوا کسی سے کوئی اُمید رکھنا، اپنی تمام حاجات اللہ کے حضور ہی رکھنا، بس اسی کی ذات پر تکیہ کرنا اور سب کچھ صرف اسی سے مانگنا۔ اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ رکھنا۔ توحید، توحید اور صرف توحید!" (وصیت غوثیہ، فتوح الغیب، المقالۃ:۷۸، ص:۱۷۶)

صفحات: 672

قیمت: ₹ 800

بیرون ممالک: $ 50

اہل قلم کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں!

Al-ehsaan (*An Annual Journal on Islamic Spirituality*)
Published by: **Shah Safi Academy,** Khanqah-e-Arifia
Saiyed Sarawan، Kaushambi، U.P.(India) 212213

قد أفلح من تزكى

مشمولات

ابتدائیہ — ذیشان احمد مصباحی ۱۰

شذرات

اسرار توحید و رموز معرفت — شیخ عبد القادر جیلانی ۲۴
آسمان ولایت کا عہدِ نصف النہار — شیخ ابو سعید صفوی ۲۹

واردات

قصیدہ غوثیہ — شیخ عبد القادر جیلانی ۳۲
بادۂ بغداد — پروفیسر معین نظامی ۳۴
غوث زماں غوث اعظم — شیخ ابو سعید صفوی ۳۹
شان غوث اعظم — ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر ۴۰
ہمارے شاہِ جیلانی — سید ضیا علوی ۴۱
غوث الوریٰ غوث الوریٰ! — نصیر سراجی ۴۲
اور تصدیقِ ولایت ہوگئی! — ڈاکٹر واحد نظیر ۴۵
ہو تم یکتا، شہ جیلان یا غوث — محمد شبیر قادری ۴۶

حالات

محبوب سبحانی کا عہد-سیاسی، سماجی و معاشی پس منظر — احمد جاوید (پٹنہ) ۴۸
محبوب سبحانی کے اساتذہ و مشائخ — رحمت علی مصباحی ۶۶
حیات محبوب سبحانی-مہد سے لحد تک — ڈاکٹر جہاں گیر حسن مصباحی ۸۰
محبوب سبحانی کا خانقاہی نظام — رفعت رضا نوری ۱۳۲
محبوب سبحانی-ائمہ محدثین کی نظر میں — ضیاء الرحمن علیمی ۱۵۱
محبوب سبحانی-مستشرقین کی نظر میں — پروفیسر محمد سلطان شاہ/ڈاکٹر خورشید احمد قادری ۱۷۴

تعلیمات

محبوب سبحانی کا عقیدۂ توحید	حماد رضا مصباحی	۱۹۲
حضرت محبوب سبحانی اور ان کا اصول تربیت	علی احمد عثمانی	۲۰۱
محبوب سبحانی کی تعلیمات میں انسانی نفسیات کی رعایت	ثاقب علیمی	۲۱۳

تصنیفات

غنیۃ الطالبین: ایک علمی اور تحقیقی جائزہ	رضی احمد مصباحی	۲۳۶
الفتح الربانی کا علمی و تحقیقی مطالعہ	اصغر علی مصباحی	۲۵۳
جلاء الخاطر: ایک تحقیقی مطالعہ	محمد ذکی	۲۸۵
فتوح الغیب کا علمی و تحقیقی مطالعہ	آفتاب رشک مصباحی	۳۱۳
رموز الغیب فی ترجمۃ فتوح الغیب- ایک تعارف	ڈاکٹر شبیب انور علوی	۳۳۴

تحقیقات

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللهِ- تفہیم و توضیح	غلام مصطفی ازہری	۳۴۶
محبوب سبحانی کا عقیدۂ تنزیہ- ایک تحقیقی مطالعہ	ضیاء الرحمن علیمی	۳۷۹
فتوح الغیب پر تعلیقاتِ ابن تیمیہ- ایک تنقیدی جائزہ	ناصر مصباحی رام پوری	۴۲۸
کرامات محبوب سبحانی: ایک تجزیاتی مطالعہ	ناظم اشرف مصباحی	۴۶۵
ایک قدیم قادری درگاہ کی بازیافت، احیا اور باز آباد کاری	ڈاکٹر ارشاد عالم نعمانی	۵۱۳

اثرات

شیخ شہاب الدین سہروردی پر غوثِ پاک کے اثرات	ڈاکٹر عطاء المصطفی مظہری	۵۳۲
پاکستان میں سلسلہ قادریہ کی ترویج و اشاعت	ڈاکٹر مظہر حسین بھدرو	۵۴۹
ہندوستان کی بعض قادری خانقاہیں	ساجد الرحمن شبر مصباحی	۵۶۵
منعمیہ- خانوادۂ قادریہ کی ایک اہم شاخ	محب اللہ مصباحی	۵۸۳
نوشاہیہ- سلسلۂ قادریہ کی ایک اہم شاخ	وجدان نوشاہی	۵۸۹
سرکار بغداد کی خانقاہ قادریہ بدایوں پر نوازشات	مولانا عطیف قادری	۵۹۴
خانقاہ عالیہ عارفیہ میں قادری فیضان	محمد مجیب الرحمن علیمی	۵۹۴
الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم اور اس کے مصنف	پروفیسر مسعود انور علوی	۶۳۸

مکتوبات

مجلہ الاحسان–فروغ تصوف کی عالمانہ جدوجہد	شیخ نجم الحسن خیرآبادی	۲۵۲
امید ہے کہ محبوب سبحانی نمبر بھی دستاویزی ہوگا!	پروفیسر سید شمیم الدین منعمی	۲۵۲
خانقاہ عارفیہ کا فیض سورج کی کرنوں کی طرح ہر طرف عام ہو!	مولانا سید سبطین حیدر زیدی برکاتی	۲۵۴
عصری تحقیقی تناظر میں چشتیت، یعنی محبت مرتکز تصوف کا پیغام	پرفیسر کنور محمد یوسف امین	۲۵۵
سلطان المشائخ نمبر–عرفانی تجلیات کا قیمتی شاہکار	ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر	۲۵۸
سلطان المشائخ نمبر–ظاہر و باطن ہر لحاظ سے قابل رشک	احمد جاوید (پٹنہ)	۲۶۰
سلطان المشائخ نمبر–علمی و تحقیقی اور مفید و منفرد کارنامہ	نوشاد عالم چشتی	۲۶۳
سلطان المشائخ نمبر کی حیثیت ریفرنس بک کی ہے	ڈاکٹر ظفر انصاری ظفر	۲۶۴
سلطان المشائخ نمبر کی اشاعت چشتیوں پر احسان عظیم ہے	ڈاکٹر نورین علی حق	۲۶۵
الاحسان اردو دنیا کا سب سے بڑا عارفانہ رسالہ	افضل حسین مصباحی	۲۶۶
اس شمارے کے اہل قلم		۲۷۰

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سر نو زندہ کنم دار و رسن را

قطب ربانی

غوث صمدانی

محبوب سبحانی

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ روحہ

(پیدائش: ۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء - وفات: ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء)

کے نام

إِنَّ بَازَ اللهِ سُلْطَانُ الرِّجَالِ

جَاءَ فِي عِشْقٍ وَمَاتَ فِي كَمَالِ [1]

---

[1] (بازاشہب سیدنا عبد القادر جیلانی مردان حق کے سلطان ہیں، وہ "عشق" کے ساتھ آئے اور "کمال" کے ساتھ رخصت ہو گئے۔) لفظ عشق کے عدد ۴۷۰ ر ہوتے ہیں، یہ حضرت محبوب سبحانی کی تاریخ ولادت ہے۔ لفظ کمال کے عدد ۹۱ ر ہیں۔ یہ آپ کی عمر شریف کی تعداد ہوئی اور جب عشق کو کمال سے جوڑیں گے تو ۵۶۱ ر حاصل ہوتے ہیں۔ یہ آپ کی تاریخ وفات ہوئی۔

”شیخ عبدالقادر گیلانی و شیخ نظام الدین بدایونی در مقام معشوقی بودند.
واللہ! همچون نظام الدین بدایونی و عبدالقادر گیلانی در زیر کبود آسمان نیامده است و
نخواهد آمد.“

شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ نظام الدین بدایونی مقام معشوقیت پر فائز تھے۔
خدا کی قسم! روئے زمین پر ان حضرات جیسا نہ کوئی آیا ہے اور نہ آئے گا۔

حضرت خضر علیہ السلام (۱)

---

(۱) بروایت سید محمد جعفر مکی (خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی) بحر المعانی، مکتوب: ۱۴، ص: ۲۱۳، ۲۱۴

حیات محبوب سبحانی- مہد سے لحد تک

محبوبِ سبحانی سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ کی مقدس و مسعود ہستی، محبوبین و معشوقین کی صف میں سر فہرست نظر آتی ہے۔آپ آسمان ولایت کے نیر تاباں ہیں۔اعاظم صوفیہ و مشائخ اور اکابر اساتذہ و تلامذہ آپ کے جلال و کمال کے بالخصوص معترف ہیں۔آپ کے شیخ تربیت قدوۃ الشیوخ ابوالخیر شیخ حماد بن مسلم الدباس قدس سرہٗ(ت:۵۲۵ھ) فرماتے ہیں:''این عجمی را قدمی است کہ در وقت وی بر گردن ہمہ اولیا خواہد بود وہر آئنہ مامور شود بہ آن کہ بگوید: قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقْبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللہِ. وآن را بگوید وہمہ اولیا گردن نہند۔''(نفحات الانس،تذکرہ: شیخ حماد، ص:۳۲۳- بہجۃ الاسرار، ذکر اخبار المشائخ عنہ بذلک...، ص:۱۸)

اِس عجمی کا قدم اس کے زمانے کے تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہو گا اور اُسے حکم ہو گا کہ کہے: ''میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔''اور جب یہ کہے گا، تو تمام اولیاء اللہ اپنی گردنیں خم کر دیں گے۔

آپ کے معاصر و مصاحب شیخ ابو سعد قیلوی اس واقعے کے عینی شاہد ہیں، وہ کہتے ہیں:

''چون شیخ عبدالقادر گفت کہ قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقْبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللہِ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بر دل وی تجلی کرد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر دست طائفہ از ملائکہ مقربین بمحضر اولیای متقدمین ومتأخرین کہ آنجا حاضر بودند احیاء باجساد خود و اموات باارواح خود خلعتی بروی پوشانید وملائکہ ورجال غیب مجلس ویرا در میان گرفتہ بودند وصفہا در ہوا ایستادہ وبر روی زمین ہیچ ولی نماند مگر کہ گردن خود راپست کرد، وبعضی گفتہ اند کہ یک کس از عجم تواضع نکرد حال وی از وی متواری شد۔''(حوالہ سابق، ص:۳۲۴- بہجۃ الاسرار، ص:۲۵)

جب شیخ عبدالقادر نے قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقْبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللہِ کہا، تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے قلب پر تجلی فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیائے متقدمین ومتأخرین کے سامنے مقرب فرشتوں کے ذریعے آپ کو ایک جوڑا پہنایا۔باحیات اپنے جسموں کے ساتھ حاضر تھے اور فوت شدہ اپنی ارواح کے ساتھ۔ملائکہ اور رجال غیب نے آپ کی مجلس کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا اور صف بستہ ہوا میں کھڑے تھے۔اس وقت روئے زمین پر کوئی ولی نہیں تھا جس نے اپنی گردن نہ جھکائی ہو۔بعض کا کہنا ہے کہ ایک عجمی (شیخ صنعا) تھے۔انھوں نے تواضع نہیں کیا(اپنی گردن خم نہیں کی)، تواُن کا حال اور ان کی روحانی نعمتیں جاتی

رہیں۔

شیخ ابن نقطہ بیان کرتے ہیں: عراق کے اکثر معاصر مشائخ جب مدرسہ/رباط میں داخل ہوتے تو آپ کی عظمت کے آگے سر تسلیم خم کیے رہتے تھے۔ شیخ بقا بن بطو، شیخ علی بن ہیتی اور شیخ ابو سعد قیلوی جیسے عظیم معاصر مشائخ جب آپ کے مدرسے میں جاتے تو بغیر اجازت کے اندر داخل نہیں ہوتے، جھاڑو لگاتے اور چھڑکاؤ کرتے تھے۔ جب آپ سوار ہوتے تو زین لیے کھڑے رہتے اور آپ منع فرماتے تو کہتے کہ اس عمل سے قرب ربانی حاصل ہوتا ہے۔ (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر، ص:۲۱۱)

علما و مشائخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی اپنی جوانی کے ایام میں شیخ تاج العارفین ابوالوفاء کاکیس کی زیارت کے لیے گئے تو انھوں نے آپ کو دیکھتے ہی حاضرین سے فرمایا: قوموا لولی اللہ۔

اللہ کے ولی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر اخبار المشائخ عنہ بذلک، ص:۱۵)

سلسلۂ رفاعیہ کے بانی شیخ ابوالعباس سید احمد کبیر رفاعی (ت:۵۷۸ھ) فرماتے ہیں:

''شیخ عبد القادر جیلانی کے مرتبے کو کون پہنچ سکتا ہے؟ آپ اِس قدر عظیم ہیں کہ بحر شریعت آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اور بحر حقیقت آپ کے بائیں ہاتھ میں۔ آپ جس سے چاہیں پانی لیں۔ ہمارے عہد میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔'' (بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ذکر احترام المشائخ والعلماء لہ، ص:۵۳۶)

اِن اکابر و اعاظم کے علاوہ شیخ ابو نجیب سہر وردی (ت:۵۶۳ھ)، شیخ شہاب الدین سہر وردی (۵۳۹-۶۳۲ھ)، شیخ ابو مدین شعیب مغربی (ت:۵۹۰ھ)، امام عبد اللہ یافعی (۶۷۸-۷۶۸ھ)، امام عبد الوہاب شعرانی (۸۹۸-۹۷۳ھ)۔ قُدِّست اَسرارُہم۔ جیسے عظیم الشان و عظیم المرتبت صوفیہ و مشائخ بھی آپ کے امتیازات و خصوصیات کے قائل رہے ہیں اور آپ کی عظمت و رفعت کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت محبوب سبحانی قدس سرہٗ کی سوانح حیات تین اَبواب پر منقسم ہے، مثلاً:

باب اول (۴۷۰-۴۸۸ھ): اِس باب میں جیلان، اہل خاندان، ولادت، طفولیت، تعلیم و تربیت، سفر بغداد اور اِس درمیان پیش آنے والے احوال و کوائف سے متعلق بحث کی جائے گی۔

باب دوم (۴۸۸-۵۶۱ھ): اس باب میں شہر بغداد، تحصیل علوم و فنون، عہد طالب علمی کی مشقت، ریاضت و مجاہدہ، درس و تدریس، مواعظ، حکما و امرا کی تادیب و توبیخ اور عائلی احوال و کوائف سے متعلق بحث کی جائے گی۔

باب سوم: اس باب میں آپ کے فضائل و مناقب اور اوصاف و کمالات پر وارد علما و مشائخ کے اقوال و مرویات، آپ کے وصایا اور آپ کے وصال سے متعلق بحث کی جائے گی۔

باب اول(۴۷۰-۴۸۸ھ)

جیلان کا محل وقوع: دریائے دجلہ کے کنارے جیلان/جیل نام سے ایک خطہ آباد ہے۔ یہ خطہ، بغداد کے جنوب میں ہے اور مدائن (کردستان) سے قریب ۴۰ کیلو میٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ قادریات کے ماہر و محقق ڈاکٹر فالح کیلانی لکھتے ہیں: ہی قریۃ بشاطئی الدجلۃ قرب مدائن علی مسیرۃ ثلاث لیال تحت بغداد وہوالاصح لان کتب الاقدمین لم تنعتہ بالجیلانی نسبۃ جیلان بل الجیلی وہی نسبۃ جیل بالعراق واللہ اعلم۔

(المحجہ، الباب الثانی: ذکر نسبہ وصفتہ، ص: ۱۱۵)

بہجۃ الاسرار میں درج گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جیلان کا تلفظ، مختلف فیہ ہے، مثلاً: جیلان/کیلان یا پھر جیل/کیل وغیرہ۔(قرین قیاس ہے کہ یہ لفظ گیلان رہا ہو اور عربی زبان میں استعمال کے باعث جیلان/کیلان ہو گیا ہو۔) جیلان/کیلان مختلف چھوٹے چھوٹے گاؤں پر مشتمل تھا، انھیں کے مجموعے کا نام جیلان/جیل تھا اور انھیں میں ایک گاؤں نیف تھا جہاں حضرت محبوب سبحانی پیدا ہوئے۔

جیلانی/جیلی: ایک روایت کے مطابق: جیل کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو "جیلی" کہا جاتا ہے اور ایک روایت کے مطابق: آپ کے نانا محترم شیخ صومعی کے وطن جیلان کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو "جیلانی" کہا جاتا ہے۔(بہجۃ الاسرار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص: ۲۰۳-۲۰۴)

انتباہ: ہمارے نزدیک آپ کی نسبت "جیلان" کی طرف منسوب کیا جانا زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس طور پر کہ آپ کی پیدائش کوہستانی قصبہ "نیف" میں ہوئی اور آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت آپ کے نانا محترم کے وطن "جیلان" میں ہوئی۔ یہی ظاہر و باہر اور مشہور و متعارف ہے۔ واللہ اعلم

جیلان کے شمال میں سرحدی علاقہ رُوسی تالیس ہے اور جنوب-مغرب میں کوہِ البرز کا ایک سلسلہ قائم ہے۔ کوہِ البرز، جنوب-مغربی خطہ اور آذر بائیجان و عراق العجم کے مابین فاصل کے طور پر واقع ہے۔ اس کے جنوب-مشرق میں مازندان کا خطہ ہے اور شمال-مشرق میں بحر قزوین کا خطہ آباد ہے۔ یہ علاقہ، بلادِ فارس کے خوب صورت ترین مضافاف میں سے ایک ہے۔(علماء عاملون، المبحث الاول، شخصیۃ الشیخ عبدالقادر الجیلانی، ص: ۲۹)

اہل خاندان کے احوال: کم و بیش ۱۲۰۰/سال پہلے (۲۵۰ھ میں) ایک سادات خاندان بغداد کے ماتحت خطہ (بلاک/تحصیل) جیلان میں وارد ہوئے اور اُس کے نواحی علاقے نیف کے مقام پر آباد ہو گئے۔ حضرت محبوب سبحانی کا تعلق اسی سادات خاندان سے تھا۔ لیکن متذکرہ سادات خاندان کا سربراہ کون تھا تاریخ اس سلسلے میں خاموش ہے۔ البتہ! اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور ۳۱۴ھ تک حکمرانی کرتے رہے۔ پھر یہ خاندان تخت و تاج سے کنارہ کش ہو گیا اور علمی و روحانی مشاغل اختیار کر لی۔

حضرت محبوب سبحانی کے جد کریم دادیہال کی طرف سے امام عبداللہ بن یحیٰ الزاہد ہیں اور نانیہال کی طرف سے شیخ ابو عبداللہ الصومعی ہیں، جب کہ وَالد محترم، شیخ ابو صالح جنگی دوست ہیں۔ جناب سیدہ فاطمہ، والدہ ہیں، سیدہ عائشہ، پھوپھی جان ہیں اور سید ابو اَحمد عبداللہ، برادر اَصغر ہیں۔ متذکرہ جملہ اشخاص، بزرگ صفات، خلیق ورحیم اور فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کا خاصا اہتمام کرنے والے تھے۔ بلفظ دیگر آپ کے آباواجداد یکتائے روزگار مشائخ سے تھے۔اصول و فروع میں آپ کے خاندان کی خواتین وحیدۂ عصر صالحہ عارفہ تھیں اورآپ ''ولدالاشراف'' کہلاتے تھے۔

ذیل میں آپ کے آباواجداداور امہات کے مختصر اَحوال و کوائف پیش کیے جاتے ہیں:

امام عبداللہ بن یحیٰ الزاہد: حضرت محبوب سبحانی کے دادا محترم کے سلسلے میں تاریخ حیرت انگیز طور پر خاموش ہے۔ البتہ! آثار وقرائن، آپ کے دادا محترم کی خداترسی، واجبات وفرائض کی پابندی اور حلت وحرمت کے سلسلے میں احتیاط وتقویٰ کے غماز ہیں۔''فتوح الغیب'' کے مرتب شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر نے سید عبداللہ بن یحیٰ الزاہد کو''الامام'' کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''سید الطوائف ابو محمد محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحسنی والحسینی ابن ابی صالح جنگی دوست ابن الامام عبداللہ ابن الامام یحیٰ الزاہد ابن الامام محمد...الی سیدنا علی بن طالب۔''(فتوح الغیب، دربیان نسب، ص:۴)

شیخ ابو عبداللہ الصومعی: شیخ الصومعی جیلان کے معروف مشائخ اور رُؤسا میں سے ایک تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ حق سبحانہ کا خاص فضل و کرم تھا کہ آپ جو کچھ ارادہ فرماتے بفضلہ وہ پورا ہو جاتا تھا۔ ضعیفی کے باوجود بکثرت نوافل کا اہتمام فرماتے اور ذکر واَذکار میں مشغول رہتے تھے۔ منکسر المزاج اور متواضع شخصیت کے حامل تھے۔اپنے اَحوال کسی پر ظاہر نہیں فرماتے اور سخت سے سخت مصائب ومشکلات میں بھی خندہ پیشانی اور صبر و تحمل کا مظاہرہ فرماتےاور وقت کا صحیح استعمال کرنے میں کامل یقین رکھتے تھے۔ ابوالبرکات مولانا عبدالرحمٰن جامی نقل کرتے ہیں کہ شیخ الصومعی کے اصحاب میں سے بعض افراد، بغرض تجارت سمرقند کے سفر پر تھے۔جب ان کا قافلہ ایک سنسان و بیابان وادی سے گزرا، توصحرائی رہزنوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ اہل قافلہ کی جان نکل گئی۔ لرزاں وترساں سب نے بیک زبان شیخ ابو عبداللہ الصومعی کو پکارا۔ راوی کا بیان ہے کہ شیخ الصومعی اُن کے درمیان کھڑے فرما رہے تھے: سُبُّوۡحٌ قُدُّوۡسٌ رَبُّنَا اللّٰہُ تَفَرَّقِیْ یَاخَیْلُ عَنَّا!

(اے سوارو! ہم سے دور ہو جاؤ۔)

چناں چہ تمام سوار اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بعض پہاڑ کی طرف نکل گئے اور بعض جنگل کی طرف۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھوڑے بھی نہ سنبھال سکے اور نہ ہی اُن میں سے دو اَفراد کہیں پر ایک ساتھ جمع

ہو سکے۔

اس طرح اہل قافلہ، صحرائی رہزنوں کی شرارت سے محفوظ اور سلامت نکل آئے۔ اس کے بعد اہل قافلہ نے شیخ الصومعی کو بہت تلاش کیا لیکن ان کو کہیں نہیں پایا۔ جب اہل قافلہ جیلان واپس ہوئے اور اس واقعے کا ذکر شیخ الصومعی کے اصحاب سے کیا، تو اصحاب کا کہنا تھا: ''شیخ ہر گز از میان ماغایب نشد۔''

(بہجۃ الاسرار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص: ۲۰۴۔ نفحات الانس، ص: ۳۲۱، تذکرہ: شیخ الصومعی)

شیخ ابو صالح جنگی دوست: آپ انتہائی شریف النفس، نیک و پارسا اور نہایت اعلی پایہ کے عابد اور زاہد فرد تھے۔ ریاضت و مجاہدہ آپ کا محبوب شغل تھا۔ آپ کی حیات کا زیادہ تر حصہ سیر وسیاحت، مجاہدہ اور خدمت دین میں بسر ہوا۔ آپ رُشد وہدایت کا مجسمہ تھے۔ مجاہدین اور غازیانِ اسلام کی حمایت ونصرت میں خوب خوب حصہ لیتے تھے، اسی لیے آپ ''جنگی دوست'' کہلائے۔ حلال و حرام کے معاملات میں بڑے حسّاس اور انتہائی محتاط واقع ہوئے تھے اور رضائے الٰہی کے سوا کچھ طلب تھی اور نہ کچھ خواہش۔ ۴۷۱ھ/۱۰۷۸ء میں آپ کا وصال ہوا، اور جیلان میں مدفون ہوئے۔

سیدہ فاطمہ بنت الصومعی: کنیت اُم الخیر، اور امۃ الجبار لقب ہے۔ آپ صلاح و فلاح اور تقویٰ وطہارت میں یکتا تھیں۔ شیخ الصومعی کی عزیز از جان بیٹی تھیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کا بیان ہے کہ جناب سیدہ اُم الخیر عابدہ، عارفہ، واصلہ اور صاحب کشف خاتون تھیں۔ سفر بغداد کے موقع پر اُنھوں نے جو بطور کشف فرمایا تھا:

''اے فرزند! جاؤ، اللہ سبحانہ کے لیے میں تجھ سے تعلق منقطع کرتی ہوں اور یہ کہ قیامت تک میں تجھے نہ دیکھوں گی۔''[1]

چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ سفر بغداد کے بعد وہ اپنے لخت جگر سے دوبارہ نہیں مل سکیں۔ گویا کہ انھوں نے اپنے کشف سے معلوم کر لیا تھا کہ اَب اپنے فرزند اَرجمند سے ملاقات نہ ہو سکے گی، اسی لیے فرمایا: میں تجھ سے تعلق منقطع کرتی ہوں، یا پھر یہ کہ انھوں نے آپ کو حق سبحانہ کی راہ میں وقف کر دیا اور آپ سے ہر طرح کی اُمید منقطع کر لی، تا کہ آپ حق سبحانہ کی رضا پر قربان ہو جائیں اور اس کی طلب میں اور اس کے دین کی دعوت و تبلیغ میں اپنی تمام عمر گزار دیں۔ چناں چہ حق سبحانہ نے ان کے اِس تحفے کو قبول فرما لیا اور دوبارہ مال موقوفہ کو اُن کی طرف واپس نہیں کیا اور اِس طرح اپنے گوہر نایاب سے ملاقات کے بغیر ہی مشفقہ والدہ اُم الخیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔

والدین کی شرافت نفسی: ''تحفۃ الراغبین'' میں ہے کہ سلطان ابو صالح جنگی دوست رحمہ اللہ سیاحت

([1]) نفحات الانس، تذکرہ: الشیخ عبدالقادر قدس اللہ سرہ، ص: ۳۲۱

کے ایام میں دشت و صحرا کے اندر رَہتے اور خود کو مجاہدۂ نفس میں مشغول رکھتے۔ایک بار تین دن کے فاقے سے تھے اور دریا کے کنارے چل رہے تھے کہ موجِ دریا کے ابال کے باعث کنارے پر ایک سیب آن پڑا۔ سیدابو صالح رحمہ اللہ نے اسے اٹھایا اور کھا گئے۔ پھر ان کے دل میں ایک خیال گزرا کہ معلوم نہیں سیب کیسا تھا؟ میرے لیے کس طرح حلال ہو سکتا ہے؟ اطمینان خاطر کے لیے دریا کے کنارے اسی طرف چل پڑے جدھر سے سیب آیا تھا، تاکہ اُس سیب کے مالک سے اپنی تقصیر معاف کرا سکیں اور یہ کہ سیب ان کے لیے حلال ہو جائے۔ تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد ایک عمارت اور ایک بڑا سا باغ نظر آیا۔ دیکھا کہ اُس باغ میں سیب کا ایک درخت ہے، جس کی شاخیں دریا کے اوپر خمیدہ ہیں، پختہ سیب ہوا سے ہلنے کے باعث دریا میں جا پڑتا ہے اور پانی اُسے بہالے جاتا ہے۔ یہ دیکھنے کے بعد تسکین خاطر ہوئی کہ جو سیب انھوں نے کھایا تھا وہ اسی درخت کا ہے اور اس کا مالک اسی مقام پر ہے۔ باغ کے اندر داخل ہوئے۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ باغ کا مالک شیخ ابوعبداللہ صومعی ہیں۔اُن کی خدمت میں پہنچے اور سلام کے بعد اپنا سارا ماجرا بیان کر دیا، اور اُن سے معافی کے خواست گار ہوئے۔

شیخ الصومعی نے جب یہ رشک آور معاملہ دیکھا، تو وہ سمجھ گئے کہ یہ ایک عام انسان نہیں ہے، بلکہ کچھ خاص حیثیت کا فرد ہے، چناں چہ اپنی دختر نیک اختر اُم الخیر کو سیدابو صالح کے عقد میں دینے کا قصد کر لیا۔ فرمایا: اگر تم معافی کے طلب گار ہو تو ۱۲/سال تک میری خدمت کرو، اس کے بعد ہی میں معاف کروں گا۔ لہٰذا، ۱۲/سال حق خدمت ادا کرنے کے بعد شیخ ابو صالح نے کہا کہ اب تو میری تقصیر و خطا معاف فرمادیں۔ شیخ الصومعی نے فرمایا: ابھی ایک خدمت اور ہے اُسے بھی بجالاؤ۔ انھوں نے کہا: فرمائیں!! شیخ الصومعی نے فرمایا: میری ایک لڑکی ہے، اس کے اندر چار عیوب ہیں، اسے قبول کر لو۔ اول: اس کے پاس آنکھ نہیں ہے۔ دوم: کانوں سے سنتی نہیں ہے۔ سوم اور چہارم: ہاتھ- پاؤں سے اپاہج ہے۔ اس کے ساتھ نکاح مسنون کے بعد دو سال مزید میرے پاس رہو، تاکہ کوئی فرزند پیدا ہو جائے۔ بعدہٗ جہاں تمہاری مرضی ہو، چلے جانا۔ شیخ ابو صالح رحمہ اللہ نے ان کی بات منظور کر لی اور اُن کی لڑکی سے نکاح کر لیا۔ لیکن جب نوشہ و عروس خلوت گزیں ہوئے، تو حضرت ابو صالح کیا دیکھتے ہیں کہ چودھویں چاند کی مانند ایک رشک آور حور و ماہ پری بستر عروسی پر جلوہ بار ہے۔ مشروطہ تمام عیوب و نقائص کے برخلاف بالکل صحیح و سالم ہے۔ انھوں نے عروس سے اِحتراز کیا اور پوری شب ان کی رفاقت میں گزار دی۔ جب صبح ہوئی، تو شیخ الصومعی نے اپنی فراستِ ایمانی سے سارا ماجرا سمجھ لیا۔ فرمایا: اے ابو صالح! میں نے جو شرطیں بیان کی تھیں، وہ درست ہیں۔ میری لڑکی ان تمام صفتوں سے متصف ہے۔ نابینا اس معنی میں ہے کہ اس نے اپنی نگاہ کسی غیر محرم پر نہیں ڈالی۔ بہری اس معنی میں ہے کہ اس نے کبھی کوئی ناحق کلام نہیں سنا۔ ہاتھ - پاؤں اس معنی میں اپاہج ہیں کہ اس نے اپنے ہاتھ

سے کسی نامحرم کو مس کیا اور نہ ہی تمہارے اذن کے بغیر کوئی قدم اُٹھائے گی۔ شیخ ابو صالح نے جب اس قدر عارفانہ تاویل و توجیہ سنی تو عروس کو دل و جان سے قبول کر لیا۔

(اقتباس الانوار، زیر تذکرہ: شیخ عبدالقادر جیلانی، ص: ۴۳-۴۷)

سیدہ عائشہ بنت عبداللہ: کنیت اُم محمد ہے۔ آپ یکتائے روزگار عابدہ و عارفہ اور مستجاب الدعوات صوفیہ تھیں۔ ایک بار جیلان میں قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے ''نمازِ استسقا'' پڑھی، لیکن بارش نہ ہوئی۔ لہٰذا کچھ لوگ سیدہ عائشہ کے گھر گئے اور اُن سے دعا کرنے کی گزارش کی۔ چناں چہ وہ اپنے صحن میں گئیں اور زمین پر جھاڑو دینے کے بعد یوں دعا کی: یارب! اَنا کنست فرش اَنت؟

اے رب! میں نے تو جھاڑو دے دیا ہے، اب تو چھڑکاؤ فرما دے۔

اہل جیلان کا بیان ہے کہ کچھ ہی دیر میں آسمان سے اِس قدر بارش ہوئی کہ جیسے مشکیزہ کا منھ کھول دیا گیا ہو۔ لوگ اِس حال میں اپنے گھروں کو واپس ہوئے کہ سب پانی میں تر بتر تھے۔ قحط سالی جاتی رہی اور جیلان دوبارہ سے شاد و آباد ہو گیا۔ اس نیک بخت اور قابل رشک خاتون کا وصال جیلان میں ہوا۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص: ۲۰۵- قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص: ۱۹۵)

شیخ ابو احمد عبداللہ: سید عبداللہ آپ کے بھائی تھے اور عمر میں آپ سے چھوٹے تھے۔ نیز مرد صالح تھے اور اَعلیٰ محاسن و مکارم کے حامل تھے۔ جب تک باحیات رہے جیلان ہی میں قیام پذیر رہے، اور جیلان ہی کے اندر عنفوان شباب میں آپ کا وصال ہو گیا۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص: ۲۰۵)[1]

گویا آپ کا پورا گھرانہ خداپرستی اور خداترسی کے اعلیٰ اوصاف و کمالات سے متصف تھا۔

سید و عالی نسب در آولیا است
نورِ چشمِ مصطفیٰ و مرتضیٰ است

([1]) ڈاکٹر عبدالرزاق کیلانی نے اپنی کتاب ''الشیخ عبدالقادر الجیلانی'' میں انھیں برادر اَکبر قرار دیا ہے اور حضرت محبوب سبحانی کو برادر اَصغر اور والدین کی آخری اولاد بتایا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ جب والدہ کی عمر ساٹھ (۶۰) کی ہوئی، تو آپ پیدا ہوئے اور یہ بذات خود ایک حیرت انگیز بات ہے، پھر ساٹھ سال کی عمر میں دوبارہ اُمید سے ہونا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا، لہٰذا راجح یہی ہے کہ آپ کے برادر اَبو احمد عبداللہ آپ سے بڑے تھے۔ **اقول**: اِس پر ہمیں دو باتیں کہنی ہیں: ایک یہ کہ ڈاکٹر موصوف نے ساٹھ سال والے قول کو ''بعض اصحابکا قول'' کہہ کر بیان کیا ہے، اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور ضعیف قول کی بنیاد پر کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ دوسرا یہ کہ قلائد الجواہر میں ہے: ''آپ کی والدہ کی اصل قرشیت ہے اور قرشی خواتین کے لیے ساٹھ (۶۰) سال کی عمر میں اُمید سے ہونا کچھ بعید نہیں۔'' لیکن ڈاکٹر موصوف نے صاحب قلائد کے اِس قول کی تردید ''ولیس علی ذالک من دلیل'' سے کر دی ہے۔ (دیکھیں: ۹۲-۹۳) خلاصہ یہ کہ ڈاکٹر موصوف پہلے یہ ثابت تو مان لیں کہ آپ کی والدہ اُم الخیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ساٹھ (۶۰) سال کی تھیں جب آپ پیدا ہوئے، پھر کوئی رائے قائم کی جائے۔ واللہ اعلم

ولادت کی بشارت: حضرت عبدالقادر بن محی الدین اَربلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کو سرورِ کائنات، رحمت دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اصحاب کرام اور اَولیائے عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زیارت نصیب ہوئی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بشارت دی اور فرمایا: **یَا اَبَا صَالِحِ! اَعْطَاكَ اللّٰهُ اِبْنًا وَّ هُوَ وَلِیٌّ وَّ مَحْبُوْبِیْ وَ مَحْبُوْبُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ سَیَكُوْنُ لَهٗ شَانٌ فِی الْاَوْلِیَآءِ وَالْاَقْطَابِ كَشَأْنِیْ بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ۔** (تفریح الخاطر فی ترجمۃ الشیخ عبدالقادر، المنقبۃ الثانیہ، ص:١٦)

اے ابو صالح! حق سبحانہ نے تم کو ایک فرزند عطا فرمایا ہے، وہ ولی ہے۔ میرا اور حق تعالیٰ کا محبوب ہے۔ اولیا و اقطاب کے درمیان اُس کی شان اسی قدر ہوگی جیسی کہ انبیا و مرسلین کے درمیان میری شان ہے۔

ولادت باسعادت: حضرت محبوب سبحانی جیلان کے نواحی خطے ''نیف'' (Niif) میں اُم الخیر سیدہ فاطمہ کے گھر پیدا ہوئے اور جائے پیدائش ''جیلان/جیل'' کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''جیلانی/جیلی'' کہلائے۔ آپ کی پیدائش کا سال مختلف فیہ ہے، لیکن فتوح الغیب اور بہجۃ الاسرار کے مطابق: سال پیدائش ٤٧٠ھ/ ١٠٧٧ء ہے۔ شیخ عبدالرزاق بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد سے تاریخ ولادت کے سلسلے میں دریافت کیا، تو فرمایا: لاأعلمه حقيقة لكن قدمت بغداد في السنة التي مات فيها التميمي، وعمري إذ ذاك ثماني عشر سنة،...والتميمي توفي سنة ثمان وثمانين وأربعمائة، على هذا البيان سنة سبعين واربع مأة۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص:٢٠٣-علماء عاملون، المبحث الاول، ص:٢٧)

میں اپنے مولد کی حقیقت نہیں جانتا۔ البتہ! محض اتنا جانتا ہوں کہ میں جس سال بغداد پہنچا اسی سال تمیمی فوت ہوا۔ میری عمر اس وقت ١٨/سال تھی۔ تمیمی نے ٤٨٨ھ میں وفات پائی ہے۔

نام، کنیت اور لقب: آپ کا اصل نام عبدالقادر اَور کنیت ابو محمد ہے۔ معروف علما و محدثین اور صوفیہ و مشائخ نے آپ کا تذکرہ عظیم الشان القاب سے کیا ہے، مثلاً: ''تاج العارفین، محبوب سبحانی، غوث صمدانی، شیخ الشیوخ، مقتدائے وقت، شیخ الاسلام، علم الاولیاء، شیخ بغداد[1]، زَاہد عصر، مقتدائے عارفین، سلطان المشائخ، اِمام اَہل طریقت[2]، امام الصدیقین، حجۃ العارفین، خلیفۃ اللہ فی الارض، نائب رسول اللہ، قطب الاقطاب، غوث اعظم، شیخ شیوخ العالم، غوث الثقلین، امام الطائفتین، شیخ الطالبین[3]، شیخ العصر، قدوۃ المشائخ'' وغیرہ۔

حضرت محبوب سبحانی سے پوچھا گیا: کیا سبب ہے کہ آپ کا لقب ''محی الدین'' ہوا؟ آپ نے فرمایا: ''بروز جمعہ میں اپنے سیاحتی سفر سے برہنہ پا بغداد وَاپس آیا، تو میرا گزر نحیف و ناتواں اور خستہ حال ایک مریض

(1) سیر اَعلام النبلاء، جلد:٢٠، ص:٤٣٩، زیر تذکرۃ الشیخ عبدالقادر الجیلانی
(2) طبقات الحنابلہ، جلد:٢، ص:١٩١-١٨٨، مکتبہ العبیکان، ریاض
(3) اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، طبقہ اول، ص:١٨-١٧

پر ہوا۔ اس نے مجھ سے کہا: السلام علیک یا عبد القادر! میں نے بھی اُس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اُس نے کہا: میرے قریب آؤ۔ میں اُس کے قریب گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: مجھے بٹھادو۔ میں نے اُس کو بٹھادیا۔ اُس کے بدن میں تازگی آگئی۔ وہ خوب رو ہو گیا۔ اُس کا رنگ نکھر گیا۔ پھر اس کے باعث مجھے کچھ خوف سا محسوس ہوا، تو اُس نے کہا: مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: میں ''دین اسلام'' ہوں۔ میں بالکل نحیف ولاغر ہو گیا تھا جیسا کہ تم نے مجھے پہلے دیکھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے توسط سے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا۔ تم ''محی الدین'' ہو۔ میں نے اس کو وہیں چھوڑا اور جامع مسجد چلا گیا۔ ایک شخص پاس آیا۔ ایک جوڑی جوتی میرے پاؤں کے آگے رکھ دی اور کہا: ''یا محی الدین!'' پھر جب میں نماز سے فارغ ہو چکا، تو ہر طرف سے لوگ میرے قریب جمع ہو گئے۔ سب نے میری دست بوسی اور قدم بوسی شروع کر دی اور ''یا محی الدین'' بھی کہتے جاتے تھے، جب کہ اس سے قبل کسی نے مجھے اس لقب سے مخاطب نہیں کیا تھا۔''

(نفحات الانس، تذکرہ: شیخ ابو عمر والصریفینی، ص:۳۲۹-۳۲۸)

ایامِ طفولیت کے احوال: حضرت محبوب سبحانی کا عہد طفولیت یتیمی کے سائے میں بسر ہوا۔ چوں کہ آپ کے والد محترم ایام طفولیت ہی میں وصال فرما چکے تھے [1] اِس لیے آپ کی پرورش اور کفالت کا مکمل فریضہ آپ کی والدہ ماجدہ اور جد کریم شیخ الصومعی نے ادا کیا۔ انھیں کے زیر عاطفت آپ کے اولین ایام گزرے۔ پھر یہ انسانی فطرت ہے اور عام مشاہدہ ہے کہ طفل خورد جب اپنے محافظ و نگراں اور شفیق والدین کی گود سے نکلتا ہے اور پاؤں پاؤں چلنے لگتا ہے، تو وہ کھیل۔کود کی طرف مائل ہوتا ہے، اور ایک عمر تک کھیل۔کود میں مصروف و مشغول رہتا ہے۔ لیکن آپ چوں کہ اوّل روز سے ہی حفاظت ربانی میں آچکے تھے اِس لیے حیرت انگیز طور پر آپ اَشغال و حرکاتِ اطفال سے یکسر دور رہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا، تو مجھے ایک غیبی آواز سنائی دیتی تھی۔ کوئی یہ کہہ رہا ہوتا تھا: اے مبارک! میری طرف آؤ، تو میں سہم جاتا اور ماں کی آغوش میں جاپڑ جاتا، اور آج بھی میں خلوت میں وہ غیبی آواز سنتا ہوں۔''

(اخبار الاخیار، طبقۂ اول، ص:۲۹- قلائد الجواہر، ص:۱۹۶)

حضرت محبوب سبحانی کے سرپرستوں کی محبت و شفقت آمیز نگہداشت اور کفالت نے آپ کو صغر سنی سے ہی صالحیت کی راہ پر چلایا، تو صوفیہ و مشائخ کی نورانی و عرفانی صحبت و تربیت نے آپ کو شعور و آگہی کی اعلی منزلوں سے ہم کنار کیا۔ مزید یہ کہ فضل ربانی اور بارانِ رحمت کی پاکیزہ پھوہار نے بہت جلد آپ کو شریعت و طریقت کا امین و پاسدار بنا دیا۔

شجرۂ نسب: محبوب سبحانی کا سلسلۂ نسب گیارہ واسطوں سے تاجدار کائنات، رحمت دوعالم جناب محمد

([1]) آپ کی پیدائش کے ایک سال بعد ۴۷۱ھ میں والد محترم کا وصال ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ شجرۂ نسب کی تفصیل اس نہج پر ہے:

پدری نسب نامہ: عبدالقادر بن ابو صالح موسیٰ بن عبداللہ بن یحیٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ جون بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی وسیدہ فاطمہ زہرا بنت سیدنا محمد ﷺ۔

مادری نسب نامہ: فاطمہ بنت عبداللہ الصومعی بن جمال الدین محمد بن عبداللہ بن عیسیٰ بن علاء الدین محمد بن علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن علی وسیدہ فاطمہ زہرا بنت **سیدنا محمد** ﷺ۔ (الشیخ عبدالقادر جیلانی، حیاتہ وآثارہ، ص:۶)

گویا آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ والد کی طرف سے آپ حسنی ہیں، اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں۔

تعلیم وتربیت اور دیگر احوال و کوائف: حضرت محبوب سبحانی کے آباواجداد تعلیم و تہذیب اور حسب و نسب کے اعتبار سے اعلیٰ اور اشرف تھے، اس لیے آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام وانصرام ایک لازمی امر تھا۔ چناں چہ آپ کی والدہ جو بذات خود ایک مہذب و تعلیم یافتہ خاتون تھیں انھوں نے یکہ و تنہا ہونے کے باوجود ہمت و حوصلہ سے کام لیا اور اپنے فرزند ارجمند کی تعلیم و تربیت کا بہر حال خیال رکھا۔ تعلیم و تہذیب کے سلسلے میں آپ کے جد کریم شیخ الصومعی نے بھی بنیادی کردار ادا کیا اور آپ کی نتیجہ خیز نگہداشت و تربیت فرمائی۔ آپ جب چار/پانچ سال کے ہوگئے، تو دستور کے مطابق علاقے کے ایک مدرسے میں داخل کیے گئے اور کامل تیرہ-چودہ سال تک جیلان کے ایک مدرسے میں زیر تعلیم رہے۔ لیکن اسی عرصے میں از حد شفیق اور محسن و مربی جد کریم شیخ الصومعی کا وصال ہو گیا۔ اب تعلیم و تہذیب اور کفالت و تربیت کے تمام تر فرائض والدہ ماجدہ کے سر آگئے۔ ایسے قیامت خیز عالم میں والدہ ماجدہ نے مثالی استقامت کا مظاہر کیا، ہر مشکل کا سامنا مجاہدانہ طور پر کیا اور آپ کی تعلیم و تربیت سے ذرّہ برابر غافل نہیں ہوئیں۔ نتیجتاً اپنے وطن مالوف میں آپ نے حفظ قرآن اور دیگر مروجہ علوم و فنون کا تکملہ فرمایا۔ جیلان کے مدرسے میں جن برگزیدہ اساتذہ اور جن عالی مرتبت سرپرستوں کے زیر عاطفت آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی، ان کے تعلق سے تاریخ و کتب بالکل خاموش ہیں۔ اول یوم ہی سے آپ کے ساتھ عجائب و غرائب پیش آنے شروع ہو گئے تھے، لہٰذا آپ نے جب مکتب جانے کا آغاز کیا، تو راہ میں فرشتے آپ کے ساتھ چلتے اور آپ کی رفعت و عظمت کا اظہار و اشتہار کرتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نقل کرتے ہیں، حضرت محبوب سبحانی سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا؟ فرمایا: میں دس سال کا تھا اور مدرسے جایا کرتا تھا، تو فرشتے راہ میں میرے ارد گرد چلتے تھے اور جب میں مدرسہ پہنچ جاتا، تو میں سنتا تھا کہ فرشتے بچوں سے کہا کرتے تھے:

”فراخ کنید جای را بر ولی خدا۔“ (اللہ کے ولی کے لیے جگہ کو کشادہ کر دو۔)

پھر ایک دن میں نے ایک اجنبی شخص کو دیکھا کہ اُس نے ایک فرشتے سے دریافت کیا:
یہ بچہ کون ہے کہ اس کو اتنی عزت دی جارہی ہے؟ فرشتوں نے کہا:
یہ بچہ اولیاءاللہ میں سے ایک ولی ہے۔ اس کو عظیم الشان مقام عطا کیا گیا ہے۔

(اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، طبقۂ اول، ص:۲۹)

گویا حدیث پاک وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ[1] کے مصداق طالب حق، حضرت محبوب سبحانی کی رضا اور خوشی کے لیے فرشتے اپنا پر بچھا دیتے تھے اور آپ کے علو مرتبت کا اظہار کرتے تھے۔ فرشتوں کا آپ کے علو مرتبت کا اِس طرح سے اظہار کرنا کہ آپ اُسے محسوس کرتے تھے، آپ کے تفردات میں سے ہے۔

بغداد کا سفر: پانچویں صدی ہجری میں بغداد، سیاست و معاشرت، صنعت و حرفت، اور متنوع اسلامی علوم و معرفت کا بین الاقوامی مرکز تھا۔ یہاں یکتائے روزگار مشائخ تھے۔ بڑے بڑے مدارس و مکاتب تھے۔ بڑی بڑی علمی مجالس و محافل منعقد ہوتی تھیں۔ اکناف و اطراف عالم سے تشنگان و طالبانِ علوم جوق در جوق بغداد کا رُخ کر رہے تھے۔ حضرت محبوب سبحانی جو بذات خود علم و ادب کے بڑے حریص واقع ہوئے تھے، آپ نے بھی بغداد کا رُخ کیا اور مشکل ترین سفر کے بعد عباسی خلیفہ المستظہر باللہ کے عہد میں بغداد وارد ہوئے۔ جس سال آپ نے بغداد میں قدم رکھا اسی سال حجۃ الاسلام امام محمد غزالی جیسی گوہر نایاب شخصیت نے بغداد کو خیر باد کہا۔ گویا ایک باکمال و عبقری ذات کے وجود مسعود سے بغداد محروم ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری نادر و نایاب ذات اور بے نظیر مصلح و داعی کے ورود مسعود سے اُس کی محرومی کو دور فرما دیا۔ بغداد اور باشندگانِ بغداد کی اِس خوش بختی پر بڑا رشک آتا ہے۔ پھر چوں کہ آپ کا ظہور ایک فرد کامل کی حیثیت سے ہونے والا تھا، تو اس کے آثار بھی آپ کے اِبتدائے ایام ہی سے مختلف مکاشفات و الہامات کی شکل میں نمایاں اور ظاہر ہونے لگے تھے۔

حضرت محبوب سبحانی فرماتے ہیں: عنفوان شباب کے ایام میں ایک دن میں صحرا میں تھا اور ایک قابل کاشت بیل کی دم میرے ہاتھ میں تھی۔ اُس نے اپنا رُخ میری طرف کیا اور مجھ سے کہا:

يَاعَبْدَ الْقَادِرُ! مَالِهٰذَا خُلِقْتَ وَ لَالِهٰذَا أُمِرْتَ۔ عبد القادر! تم دنیوی شغل (کاشت کاری) کے لیے نہیں پیدا ہوئے ہو، اور نہ ہی تم دنیوی شغل (کسب معاش) پر مامور کیے گئے ہو۔

اس واقعے کے بعد میں نے اپنی والدہ سے تحصیل علوم اور صالحین کی زیارت کے لیے بغداد جانے کی اجازت طلب کی۔ اُنھوں نے اجازت دے دی، اور بطورِ زادِ سفر والد محترم کے ترکے اَسّی دینار میں سے چالیس دینار برادر خورد کے لیے رکھ چھوڑا، اَور باقی چالیس دینار کو حفاظت کی غرض سے میری قمیص کے بغل میں رکھ

(1) سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث: ۲۲۳، مکتبہ شاملہ

کر سل دیا، تا کہ چور۔اُچکوں سے دینار محفوظ رہے۔ بوقت رُخصت انھوں نے میرے حق میں کامیابی کی دعائیں کیں اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں بہر حال صدق گفتاری اختیار کروں اور کذب بیانی سے اجتناب کروں۔ بعدہ مجھے رخصت کرنے باہر دروازے تک آئیں اور فرمایا:

''اے فرزند! برو کہ برائے خدائے تعالیٰ از تو بریدم و تا قیامت روے تو نخواہم دید۔''

اے فرزند! جاؤ، میں بہر خدا تجھ سے قطع تعلق کرتی ہوں اور قیامت تک تجھے نہ دیکھوں گی۔

آگے فرماتے ہیں کہ میں ایک قافلے کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن جیسے ہی بلادِ ہمدان سے نکلا (اور کوہستانی علاقہ ''وادئ ربیک'' میں پہنچا)، تو کچھ سوار نمودار ہوئے اور تمام قافلے کو اپنی حراست میں لے لیا (ساز وسامان لوٹ لیا)۔ اُن میں سے ایک سوار اچانک میرے سر پر بھی آن کھڑا ہوا، اور پوچھا: اے مسافر! تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا: میرے پاس ۴۰/ دینار ہیں۔ ڈاکو نے پوچھا: وہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا: میرے قمیص کے بغل میں سلے ہوئے ہیں۔ اُسے خیال گزرا کہ میں اُس سے اِستہزا کر رہا ہوں، لہٰذا وہ مجھے نظر انداز کرتا ہوا آگے نکل گیا۔ ایک دوسرا سوار میرے پاس آیا اور اس نے بھی وہی سوال کیا۔ میں نے اُسے بھی وہی جواب دیا۔ وہ بھی مجھے نظر انداز کرتا ہوا آگے نکل گیا۔ جب وہ دونوں اپنے سردار کے پاس پہنچے اور یہ سارا ماجرا اس کے گوش گزار کیا تو سردار نے مجھے طلب کیا اور پوچھا: تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا: میرے پاس ۴۰/ دینار ہیں! اُس نے پوچھا: وہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا: میری قمیص کے بغل میں سلے ہوئے ہیں۔ چناں چہ سردار نے قمیص کو اُدھیڑ کر دیکھا، تو جو کچھ میں نے کہا تھا اُسے درست پایا۔ سردار حیران رہ گیا اور استعجاب میں پڑ گیا۔ اس نے کہا: تو نے کیوں ظاہر کر دیا کہ تیرے پاس ۴۰/ دینار ہیں؟ میں نے کہا: میری مشفقہ والدہ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں ہمیشہ صدق گوئی اور راست گفتاری کی راہ پر چلوں۔ لہٰذا یہی وہ سبب ہے کہ میں نے ان کے ساتھ کیے ہوئے وعدے میں کوئی خیانت نہیں کی۔ بس اِتنی سی بات ہے اور کچھ نہیں!

اِتنا سننے کے بعد وہ سردار رُو پڑا، اور کہنے لگا: افسوس کہ میں پچھلے کئی برسوں سے اپنے خالق ومالک اور اپنے پروردگار کے ساتھ کیے ہوئے وعدے میں خیانت کر رہا ہوں!! پھر اُس سردار نے میرے ہاتھ پر اَپنے گذشتہ اعمال سے توبہ کر لی۔ بعدہٗ اُس کے اصحاب نے اُس سے کہا کہ ڈاکہ زنی میں ہم تمھیں اپنا سردار تسلیم کرتے تھے، تو اَب توبہ کے معاملے میں بھی ہم سب تمھیں اپنا سردار وامام تسلیم کرتے ہیں۔ اِس طرح تمام سواروں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی اور لوٹا ہوا تمام تر ساز وسامان اہل قافلہ کو واپس کر دیا۔ یہ اولین تائبین کی جماعت تھی جنھوں نے میرے ہاتھ پر اپنے بُرے اعمال سے توبہ کی۔

(نفحات الانس، ص: ۳۲۲-۳۲۱- بہجۃ الاسرار، ذکر طریقہ، ص: ۱۹۹-۲۰۰)

انتباہ: سوال پیدا ہوتا ہے کہ شریعت میں جن ۵؍اشیا کے تحفظ کا حکم لازمی ہے، اُن میں سے ایک تحفظ مال بھی ہے۔ پھر حضرت محبوب سبحانی نے اپنا مال کیوں ظاہر فرمادیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک تحفظ مال لازمی ہے اور ایسے مواقع پر حکمتاً کذب بیانی سے کام لینے کی دینی و شرعی رخصت ہے۔ لیکن معاملہ دراصل آپ کی عزیمت کا تھا، جس نے آپ کو صدق اور راست گوئی پر مجبور کردیا۔ جیسا کہ سرزمینِ کربلا پر آپ کے جد امجد امام عالی مقام سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے تحفظ جان کے سلسلے میں دینی و شرعی رخصت پر عمل کرنے کے بجائے عزیمت پر عمل کیا اور اپنی جان اور اپنی اولاد کی قربانی دے کر دین کا احیا فرمایا۔ پھر شہزادۂ حسین کیوں پیچھے رہتے؟

باب دوم: (۴۸۸-۵۶۱ھ)

یہ عہد بہر جہت اِنتہائی خلفشار اور انقلاب کا تھا۔ کیوں کہ اِس درمیان بہت سے سیاسی و معاشرتی، عسکری و فوجی، تہذیبی و تمدنی اور دینی و علمی معرکے رونما ہوئے۔ لیکن ایسے پُرآشوب ماحول میں بھی حضرت محبوب سبحانی نے محض حصول علم اور مجاہدات پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ علم کی نشر و اشاعت میں ایک تاریخی انقلاب برپا کیا اور اَپنے پُرتاثیر خطابات و مواعظ کے ذریعے مجددانہ، مصلحانہ اور مخلصانہ خدمات اَنجام دیں۔

حضرت محبوب سبحانی کی حیات مقدسہ کے اِس ۷۳؍ سالہ مدت کو ہم دو فصلوں میں تقسیم کریں گے، تاکہ آپ کی حیات سے متعلق ہر پہلو بخوبی واضح ہو سکے، مثلاً:

فصل اول: اِس میں وہ احوال و ایام زیر بحث آئیں گے جن میں آپ نے مجاہدات کیے، بہت ساری مشقتیں برداشت کیں اور وحشت آمیز تجربات و اِمتحانات سے گزرے۔ اس کے ساتھ تحصیل علوم فرمائی، صوفیہ و مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔

فصل ثانی: اِس میں وہ احوال و ایام زیر بحث آئیں گے جن میں آپ مسندارشاد اور مسند تدریس پر متمکن ہوئے۔ ایک طرف اپنے مثالی و منفرد اَنداز تدریس کے ذریعے طالبانِ علوم نبویہ کو بہر طور سیراب و آسودہ کیا، تو دوسری طرف اپنے مواعظ و خطابات کی نورانی محفلیں اور اَنجمنیں سجائیں اور علما و مشائخ اور اَعیان و ارا کین مملکت کے مردہ قلوب و اَذہان کی مسیحائی فرمائی۔

فصل اول: ایام مشقت، تحصیل علوم اور مجاہدہ و ریاضت

محبوب سبحانی کے لیے بغداد کا اَولین عہد بہت ہی صبر آزما تھا اور اِنتہائی مبارک و مسعود بھی۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں ایک مقام خاص مقدر فرمادیا تھا۔ اس لیے اُس مقام و مرتبۂ خاص کے پیش نظر آپ کو مختلف اِمتحانات و مشکلات سے گزرنا ہی تھا جیسا کہ ما قبل میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت

موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو متعدد اِبتلا وآزمائش کا سامنا کرنا پڑا تھا۔اسی باعث بغداد کے اپنے اَولین ایام میں آپ بھی سخت مشکلات اور عظیم اِمتحانات سے دوچار ہوئے۔

''علماء عاملون'' میں ہے:

جب آپ بغداد میں داخل ہوئے تو وہ برسات کی ایک سخت سردرات تھی۔ پھر آپ جس گھڑی شیخ حماد بن مسلم الدباس کی خانقاہ پہنچے، دروازہ بند ہو چکا تھا اور چراغ بجھ چکے تھے۔ دخولِ خانقاہ کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی۔ برسات کی یہ سخت رات آپ کو دروازے پر ہی گزارنی پڑی۔ صبح ہوئی، خانقاہ کا دروازہ کھلا اور آپ اندر داخل ہوئے۔ شیخ حماد نے دیکھا، تو گلے سے لگا لیا اور اپنے سینے سے چمٹالیا اور رُوتے ہوئے فرمایا: یا ولدی عبدالقادر! الدولۃ الیوم لنا، وغداً لک، فإذا ولیت فاعدل بہذہ الشیبۃ۔ بیٹے عبد القادر! آج ہماری ولایت ہے جو کل تمہارے حصے میں آنے والی ہے۔ جب تم سربراہِ ولایت بننا تو اس بوڑھے کے ساتھ انصاف کرنا۔

(حاشیہ، علماء عاملون، الشیخ عبدالقادر الجیلانی، ص:۴۰)

۴۸۸ھ/۱۰۹۵ء میں حضرت محبوب سبحانی بغداد پہنچے، تو آپ کے پاس ۴۰/دینار تھے جو چند دنوں میں ہی خرچ ہو گئے اور خورد ونوش کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ اَیسی صورت میں آپ کے سامنے دُو راستے تھے:

۱۔ ایک یہ کہ کاشت کاری کریں کہ جیلان میں اُس کا تجربہ آپ کر چکے تھے۔ لیکن دشواری یہ تھی کہ دارالخلافہ بغداد میں کاشت کی زمین نہ ہونے کے باعث کاشت کاری ممکن نہ تھی۔

۲۔ دوسرا یہ کہ آپ حمالی کریں اور مشقت اٹھائیں۔آپ نے یہی راہ اختیار فرمائی۔

اس طرح ایک طرف آپ تحصیل علوم میں بھی ہمہ تن مصروف رہے اور دوسری طرف کسب معاش بھی کرتے رہے۔ حالاں کہ اِس درمیان والدہ حسب قدرت میسر شدہ مال آپ کے پاس بھجواتی رہتی تھیں، مگر بغداد میں کوئی متعین مسکن ومستقر اور مستقل ومعروف پتا نہ ہونے کے باعث آپ کی والدہ کا مرسلہ مال کبھی آپ تک پہنچ جاتا اور کبھی نہیں پہنچ پاتا۔اِس دوران بغداد میں قحط سالی بھی آئی، جس کا شکار آپ بھی ہوئے۔ کئی کئی دنوں تک فاقے سے رہنا پڑتا تھا،اِس کے باوجود آپ حصول علم میں مشغول رہتے۔جب کبھی بھوک کا غلبہ ہوتا اور آپ بے حال ہو جاتے تو دریائے دجلہ کی طرف نکل جاتے اور صحرا کی خودرَو اَشیا سے اپنی بھوک پر قابو پاتے، جس میں کانٹے دار گھاس- پھوس، پتیاں اور نہروں کے کنارے اُگنے والی سبزیاں شامل ہوتی تھیں۔

منقول ہے کہ قحط سالی کے ایام میں اہل بغداد پر عجب اِضطرابی کیفیت تھی۔ بھوک اور پیاس کی شدت کے سبب کسی کو کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ کیا شہر اور کیا صحرا، ہر جگہ لوگ مارے مارے پھر رَہے تھے۔ یہاں

تک کہ وہ جانوروں کا چارہ کھانے پر مجبور ہو چکے تھے۔ حضرت محبوب سبحانی فرماتے ہیں: میں بھی قحط کا مارا اور بھوک کی شدت سے نڈھال ایک مسجد ([1]) میں داخل ہوا اور بیٹھ گیا۔ قریب تھا کہ موت مجھے گلے لگا لے کہ ایک عجمی جوان روٹی اور بھنا ہوا گوشت لیے مسجد میں داخل ہوا اور ایک طرف بیٹھ کر کھانے لگا۔ جب وہ لقمہ اُٹھاتا، تو بھوک کی شدت کے باعث میرا منہ خود بخود کھل جاتا۔ اچانک اُس عجمی جوان کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُس نے کہا: آؤ بسم اللہ کرو۔ پہلے تو میں نے انکار کر دیا لیکن جب اس نے مجھے قسم دی، تو میں اس کے ساتھ کھانے لگا۔ اِس درمیان وہ مجھ سے میرے بارے میں دریافت کرتا رہا کہ تمہاری مشغولیت کیا ہے اور تم کہاں سے ہو؟ میں نے اسے بتایا کہ میں جیلان سے ہوں۔ اس نے کہا: میں بھی جیلان سے ہوں۔ کیا تم جیلان کے باشندے عبدالقادر کو جانتے ہو؟ جو شیخ صومعی کا نواسہ ہے۔ میں نے کہا: وہ، میں ہی ہوں۔ یہ سنتے ہی اس عجمی جوان کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس نے کہا: واللہ! جب میں بغداد پہنچا، تو میرے پاس اخراجات تھے۔ میں نے تمہارے بارے میں دریافت کیا لیکن کسی نے میری رہنمائی نہیں کی۔ پھر میرے اَخراجات ختم ہو گئے۔ تین دنوں تک میں فاقے سے رہا۔ کیوں کہ کھانا خریدنے کے لیے میرے پاس کچھ نہ تھا سوائے تمہارے اِس مال کے جو میرے پاس امانتاً تھا۔ جب میری حالت یہ ہو گئی کہ اب میرے لیے مردار حلال ہو چکا، تو تمہارے دینار میں سے کچھ نکال لیا اور یہ روٹی اور گوشت خرید لایا۔ لہٰذا تم بطیب خاطر کھاؤ کہ دراصل یہ تمہارا ہی ہے اور اب میں تمہارا مہمان ہوں، حالاں کہ اِس سے پہلے تم میرے مہمان تھے۔ میں نے اس سے کہا: معاملہ کیا ہے؟ اس نے بتایا: تمہاری والدہ نے تمہارے لیے میرے ذریعے ۸/دینار بھیجے تھے، جس سے مجبوراً میں نے یہ کھانا خرید لیا۔ اِس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ میں نے اس عجمی جوان کو مطمئن کیا، اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کیا اور باقی ماندہ بعام کے ساتھ بطور اخراجات، بقیہ دینار سے بھی کچھ اس کو دے دیا، جسے اس عجمی جوان نے لیا اور واپس ہو گیا۔ (ذیل طبقات الحنابلۃ لابن رجب حنبلی، ص: ۲۹۹-۲۹۸)

آپ کے صبر و رضا اور ایثار و قربانی کا یہ مثالی واقعہ تاریخ انسانی کے باب میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور عوام تو عوام بلکہ جملہ خواص کے لیے بھی سبق آموز اور درس عبرت ہے۔
بقول شاعر:

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

حضرت محبوب سبحانی نے عہد طالب علمی میں کس قدر مشکلات و مصائب اور صعوبتیں برداشت کی

([1]) مسجد یاسین سوق الریحانیین بغداد

ہیں، اس تعلق سے حافظ شمس الدین ذہبی (متوفی: ۷۴۸ھ) بیان کرتے ہیں: قَالَ: وَتَرِدُ عَلَيَّ الأَثْقَالُ الَّتِي لَوْ وُضِعَتْ عَلَى الجِبَالِ تَفَسَّخَتْ، فَأَضَعُ جَنْبِي عَلَى الأَرْضِ، وَأَقُوْلُ: إِنَّ مَعَ العُسْرِ يُسْراً، إِنَّ مَعَ العُسْرِ يُسْرًا (الإنشراح:۵-۶) ثُمَّ أَرْفَعُ رَأْسِي وَقَدِ انفرَجَتْ عَنِّي۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد: ۲۰، ص: ۴۴۷)

حضرت محبوب سبحانی فرماتے ہیں کہ جس قدر بکثرت مشقتیں اور صعوبتیں مجھ پر پڑتی تھیں، اگر وہ کسی پہاڑ پر ڈال دی جاتیں تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ میں پہلو کے بل زمین پر لیٹ جاتا اور آیت فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کی تلاوت شروع کر دیتا۔ پھر جب میں اپنا سر اُٹھاتا، تو مصیبتوں کا بوجھ مجھ سے دور ہو چکا ہوتا۔

اِس طرح کے نامساعد حالات کے باوجود حضرت محبوب سبحانی نے جس صبر وضبط کا مظاہرہ فرمایا، تاریخ تصوف میں اس کی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ شیخ عبداللہ سلمی سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں: ایک بار کئی دنوں تک میں غذا کے حصول پر قادر نہیں ہوا، اور اسی بیچ میں محلہ شرقیہ پہنچ گیا۔ وہاں ایک شخص نے میرے ہاتھ پر ایک پرچہ رکھا اور واپس لوٹ گیا۔ میں نے اُسے لیا اور ایک حلوائی کو دے دیا۔ اُس سے مرغن روٹی حاصل کی اور مسجد میں چلا گیا جہاں تن تنہا میں اپنا سبق تکرار کیا کرتا تھا۔ مرغن روٹی کو میں نے سامنے محراب میں رکھا اور یہ سوچنے لگا کہ اُسے میں کھاؤں یا نہیں؟ اِتنے میں میری نظر دیوار کے سائے میں پڑے ایک پرچے پر گئی۔ اسے اُٹھا لیا۔ دیکھا تو اس میں لکھا تھا کہ حق سبحانہ اپنی سابقہ کتب میں فرماتا ہے: ما للأقویاء والشھوات، إنما جعلت الشھوات لضعفاء المؤمنین لیستعینوا بھا علی الشھوات۔ (ہم نے بہادروں کے لیے یہ لذائذ نہیں بنائے، بلکہ یہ لذائذ ہم نے کمزور مسلمانوں کے لیے بنائے ہیں، تاکہ وہ شہوات پر قابو پانے کے لیے اس سے مدد حاصل کریں)۔ چناں چہ میں نے اپنا رومال اٹھا لیا اور جو کچھ اس میں تھا، اُسے محراب ہی میں چھوڑ دیا۔ بعدہٗ دو رکعت نفل ادا کی اور واپس لوٹ گیا۔ (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص: ۱۹۷)

لیکن اِن تمام صعوبتوں اور کلفتوں کے باوجود آپ نے کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں فرمایا، اور دست سوال دراز کرتے بھی کیسے؟ اولاً تو آپ ولد الاشراف تھے اور سادات سے تھے اور ثانیاً یہ کہ آپ راضی برضائے الٰہی تھے، اس لیے غیر اللہ سے طلب کرنا آپ کے شایان شان نہ تھا۔ ایک حرف شکایت بھی کبھی آپ نے اپنی زبان پر نہیں لائے۔ کیوں کہ یہ شان عبدیت، شان توحید، اور شان توکل واخلاص کے خلاف ہے کہ رب سے کوئی شکوہ- شکایت کی جائے۔ آپ خود فرماتے ہیں:

الاعتراض علی الحق عزوجل عند نزول الأقدار موت الدین، موت التوحید، موت التوکل والإخلاص، والقلب المؤمن لایعرف لم و کیف لایعرف، بل یقول النفس کلھا مخالفۃ منازعۃ فمن

أراد صلاحها فليجاهدها حتى يأمن شرها، كلها شر في شر، فإذا جوهدت واطمأنت صارت كلها خيراً في خير، تصير موفقة في جميع الطاعات و في ترك جميع المعاصي، فحينئذ يقال لها: يٰاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۔ ارۡجِعِيۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ۔[1] (الفتح الربانی، المجلس الاول)

تقدیر کے معاملے میں اللہ عزوجل پر اعتراض گویا دین کی موت ہے، توحید کی موت ہے اور توکل واخلاص کی موت ہے۔ مومن قلب چون وچرا سے واقف نہیں ہوتا۔ نفس، مخالف اور مجادل ہے۔ لٰہذا جو نفس کی اصلاح چاہتا ہے، وہ نفس سے جہاد کرے تاکہ نفس کی شرارت سے محفوظ ومامون رہے۔ کیوں کہ نفس سر تا پا شر ہے، البتہ ! جب اس کا مجاہدہ ہو جاتا ہے اور وہ مطمئن ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ مکمل خیر وخوبی کا پیکر بن جاتا ہے۔ پھر وہ ترک معاصی اور طاعات پر موافق ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس سے کہا جاتا ہے: اے نفس مطمئنہ ! راضی برضا اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ۔

عدم سے جانبِ ہستی تلاشِ یار میں آئے
کھلی آنکھیں تو دیکھا، وادیِ پُرخار میں آئے
اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے، جو مزاجِ یار میں آئے

متذکرہ بالا مصائب کی گھڑی میں حضرت محبوب سبحانی قدس سرہٗ کا مسکن اکثر وبیشتر بیابان وصحرا، بوسیدہ کھنڈرات اور دریا کا کنارہ ہوتا تھا۔ شیخ ابو عبداللہ النجار سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

كنت أشتغل بالفقه على المشائخ و أخرج إلى الصحراء ولاآوى بغداد وأجلس في الخراب بالليل والنهار. (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص:۱۹۸)

تحصیل فقہ سے فرصت ملنے کے بعد رات کے آجانے پر آپ صحرا کی طرف نکل جاتے۔ فرش زمین آپ کا بستر ہوتا اور حجر وعود آپ کا تکیہ۔ سردی ہو، گرمی ہو، آندھی ہو، طوفان ہو، یا پھر برسات۔ آپ ہر موسم سے بے نیاز برہنہ پاؤں رات کی تاریکیوں میں صحرا نوردی فرماتے۔ آپ اُس حالت کو پہنچ گئے تھے کہ اہل بغداد آپ کو مجنون تک کہنے لگے تھے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ آپ زمانی فتنے، فقر وفاقہ اور محرومیوں کے باعث ترک بغداد کا اِرادہ کر لیتے۔ لیکن جس عظیم مشن واعلیٰ مقصد کی تکمیل کے لیے آپ بغداد وَارد ہوئے تھے، جب اُس کا خیال آتا، تو ایک نئے حوصلے اور نئے جذبے کے ساتھ اپنی منزل اور اپنے مشن ومقصد کی طرف بڑھ جاتے۔ (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص:۲۰۱-۲۰۰)

---

[1] (الفجر: ۲۷-۲۸)

آپ کے نزدیک بہر حال رَضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہی اصل زندگی و بندگی ہے۔آپ خود فرماتے ہیں: لا یخفی علی اللہ شیء بعینه ما یتحمل المتحملون من أجله، اصبروا معه ساعة وقد رأیتم لطفه وإنعامه سنین، الشجاعة صبر ساعة۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں۔وہ مصائب برداشت کرنے والوں کے تمام مصائب سے باخبر ہے۔ جب تم نے اس کے الطاف وعنایات سالہا سال تک دیکھے ہیں تو مصائب کے وقت صبر بھی کرو۔ یاد رکھو کہ مصائب کے وقت صبر کرنا اعلیٰ درجے کی شجاعت وبہادری ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔(الفتح الربانی والفیض الرحمانی، المجلس الاول)

تحصیل علوم: تاریخ شاہد ہے کہ اِن تمام ناگفتہ بہ حالات پر صبر وشکر کا مظاہرہ کرنا اور بغداد میں سکونت اختیار کیے رہنا حضرت محبوب سبحانی کے حق میں نیک فال ثابت ہوا کہ وہاں اس وقت جتنے بھی علما ومشائخ اور علوم وفنون کے ماہرین موجود تھے، تقریباً ان تمام نفوس قدسیہ سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں، ان کی خدمت کا موقع ملا اور سالہا سال تک متنوع واعلیٰ علوم وفنون سے آپ خود کو مزین ومرصع فرماتے رہے، حالاں کہ جن جاں گسل حالات سے آپ گزرے وہ عام انسانوں کے لیے ناقابل برداشت تھے۔ مگر اِس کے باوجود تحصیل علوم کے معاملے میں آپ نے کبھی بھی قناعت سے کام نہیں لیا، بلکہ ہر طرح کے علوم وفنون کو اُس کے باکمال وماہر اَساتذہ اور عظیم الشان علما وفقہا سے حاصل کرنا اپنا شیوہ بنائے رکھا اور ان میں مکمل دسترس بھی حاصل فرمائی۔(قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر، ص: ۱۹۳)

جن سے کسب علم و فیض کیا: حضرت محبوب سبحانی متعدد اکابر محدثین، فقہا اور صوفیہ ومشائخ کے دروس میں شامل رہے اور اُن کی صحبت اختیار فرمائی اور ان سے خاطر خواہ فیض حاصل فرمایا۔آپ کے اساتذہ ومشائخ اور محصلہ علوم وفنون کی تفصیلات درج ذیل ہیں، مثلاً:

علم الحدیث: شیخ ابو غالب محمد بن حسن باقلانی (متوفی: ۵۰۰ھ)، شیخ ابو سعد محمد بن عبد الکریم بن خشیش بغدادی (۵۰۲ھ)، شیخ ابو بکر احمد بن مظفر (۴۱۱-۵۰۳ھ)، شیخ ابو محمد جعفر بن احمد سراج بغدادی (۴۱۹-۵۰۹ھ)، شیخ ابو البرکات ہبۃ اللہ ابن مبارک سقطی (۴۴۵-۵۰۹ھ)، شیخ ابو القاسم علی بن بیان رزاز، شیخ ابو طالب بن یوسف وغیرہ جید اور متدین وبافیض اساتذہ ومشائخ سے حدیث کی سماعت فرمائی۔

علم الفقہ: شیخ ابو الخطاب محفوظ بن احمد کلوذانی حنبلی (۴۳۲-۵۱۰ھ)، شیخ ابو الوفا علی بن عقیل (۴۳۱-۵۱۳ھ)، شیخ ابو سعید مخزومی (متوفی: ۵۱۷ھ/۱۱۱۹ء)[1]، شیخ ابو الحسن محمد بن قاضی ابو یعلی حنبلی وغیرہ کے

([1]) لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ حضرت محبوب سبحانی نے شیخ ابو سعید مخزومی سے علم فقہ کب حاصل فرمایا، تحصیل علم کے درمیانی مدت

زیر درس فقہی مسائل کے نکات اور اُس کے اسرار و رُموز سے واقفیت حاصل فرمائی۔

علم القرآن والتفسیر: شیخ ابوالبرکات ہبۃ اللہ ابن مبارک سقطی (۴۴۵-۵۰۹ھ)، شیخ ابوالغنائم محمد بن محمد بن علی فرسی (۴۲۴-۵۱۰ھ)، شیخ ابوالخطاب محفوظ بن احمد کلوذانی حنبلی (۴۳۲-۵۱۰ھ)، شیخ عبدالرحمن بن احمد بن یوسف، شیخ ابوالوفاء علی بن عقیل (۴۳۱-۵۱۳ھ) وغیرہ سے علم القرآن والتفسیر میں مہارت حاصل فرمائی اور تجوید کے ساتھ ساتھ علوم قرآنیہ کے اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کی۔

علم الادب والبیان والبلاغۃ: شیخ الادب ابوزکریا یحیٰ بن علی تبریزی شیبانی (۴۲۱-۵۰۳ھ) کے زیر نگرانی آپ نے علم الادب، علم البیان اور علم البلاغۃ میں کمال حاصل کیا۔

علم التصوف: شیخ طریقت حضرت حماد بن مسلم دباس (۵۲۵ھ)، شیخ ابوسعید یوسف مبارک مخزومی (۵۱۷/۱۱۱۹ء)[1]، شیخ ابویعقوب یوسف ہمدانی (۵۳۵ھ) وغیرہ کے زیر تربیت آپ نے تصوف و طریقت اور سلوک معرفت کی منازل طے فرمائیں۔

مزید برآں شیخ ابوعثمان اسمٰعیل بن محمد اصفہانی (۵۰۹ھ)، شیخ ابوبکر علی بن احمد کرخی بغدادی (۴۱۳-۵۱۰ھ)، شیخ ابوطالب عبدالقادر بن عبدالقادر بغدادی (۴۳۰-۵۱۶ھ)، شیخ ابوعبداللہ یحیٰ بن حسن حنبلی بغدادی (۵۳۱ھ)، وغیرہ کا شمار بھی آپ کے جلیل القدر اساتذہ کرام میں ہوتا ہے جن سے آپ نے اکتساب علم فرمایا تھا۔ اِس کے علاوہ ممتاز فقہا و متکلمین کی تالیفات و تصنیفات کے مطالعے سے بھی خوب خوب بہرہ مند اور مستفید ہوئے۔

مشائخ کی خدمت میں حاضری: تحصیل علوم کے دوران حضرت محبوب سبحانی کے معمولات میں یہ بھی شامل تھا کہ آپ عبادت و ریاضت اور تعلیمی مشغلہ سے کچھ وقت نکالتے اور اُس وقت کے جیدآور بافیض علماو مشائخ کی خدمت میں اکتساب فیض کی غرض سے حاضری دیا کرتے تھے۔ بالخصوص شیخ حماد بن مسلم دبّاس کی صحبت سے آپ نے وافر حظ اُٹھایا۔ آپ جب بھی شیخ حماد کی خدمت میں جاتے تو بڑے ہی مؤدب نظر آتے تھے۔ شیخ ابونجیب سہروردی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار شیخ حماد کی خدمت میں حاضر تھا، تو آپ بھی تشریف لائے اور بڑے ہی مؤدب انداز میں ایک طرف بیٹھ گئے۔[2] شیخ ابویعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی

میں یا پھر سال خلافت کے آس - پاس، جب آپ حضرت خضر کے کہنے پر ''برج عجمی'' سے شیخ ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے؟ ہمارا خیال ہے کہ خرقہ ملنے سے پہلے ایام طالب علمی میں ہی آپ نے شیخ مخزومی قدس سرہٗ سے علم فقہ پڑھا ہوگا۔ واللہ اعلم

(1) بعض نے شیخ مخزومی کا وصال ۵۱۳ھ/۱۱۱۹ء، اور بعض نے ۵۲۵ھ/۱۱۳۱ء قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

(2) اِسی مجلس میں حضرت محبوب سبحانی کے جانے کے بعد شیخ حماد نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ اِس عجمی کا قدم اولیا کی گردن پر ہوگا اور قدمی ہذہ کہنے پر مامور ہوگا اور اُس کے عہد کے اولیا اپنی گردنیں خم کر دیں گے۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر اخبار المشائخ عنہ بذالک، ص: ۱۸)

(ت: ۵۳۵ھ) کی صحبت میں آپ رہے اور تصوف میں ان سے بھی استفاضہ کیا۔

(المحجۃ، القسم الاول، الفصل الاول، رابعا: مکانتہ العلمیۃ، ص: ۴۱- قلائد الجواہر، ص: ۸)

شیخ ابو محمد جبائی بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبد القادر نے مجھ سے فرمایا: بغداد میں کچھ طلبہ جو حصول فقہ میں مشغول رہتے تھے، غلہ کے ایام میں بعض علاقوں کی طرف نکل جاتے تھے، تاکہ کچھ غلہ حاصل کر سکیں۔ اُن لوگوں نے مجھے بھی اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ چوں کہ اُن دنوں میں کم عمر تھا، لہٰذا میں اُن کے ساتھ ''یعقوبہ'' گاؤں چلا گیا۔ وہاں ایک درویش شریف یعقوبی (۵۵۰ھ/۱۱۵۲) رہتے تھے۔ زیارت کی غرض سے میں اُن کی خدمت پہنچا، تو اُنھوں نے مجھ سے فرمایا: مریدو الحق والصالحون لا یسئلون الناس شیئا و نہانی أن أسئل الناس۔ (حق کے طلب گار اور صالح افراد، عوام الناس سے سوال نہیں کرتے اور مجھے بھی منع کر دیا کہ میں کبھی بھی عوام الناس سے سوال کروں۔) اس کے بعد میں کبھی کسی علاقے میں نہیں گیا۔

(قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر، ص: ۲۰۰)

اِسی طرح کا ایک واقعہ شیخ ابو سعید عبد اللہ محمد ہبۃ اللہ شافعی بیان کرتے ہیں: میں حصول علم کے لیے بغداد پہنچا، تو میرے جوانی کے ایام تھے اور اِبن سقا میرا رفیق و ہم جماعت تھا۔ اُن دِنوں ہم لوگ خوب عبادت کیا کرتے اور صالحین کی زیارت کے لیے بھی جایا کرتے تھے۔ انہی دِنوں بغداد میں ایک عظیم اور فرید عصر ہستی تھی جسے لوگ ''غوث'' کہا کرتے تھے۔ اُن کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ جب چاہتے ہیں ظاہر ہو جاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں غائب ہو جاتے ہیں۔ چناں چہ میں، ابن سقا اور عبد القادر نے اُن کی زیارت کا ارادہ کیا۔ ابن سقا نے راستے میں کہا: آج میں اُن سے ایک ایسا سوال کروں گا جس کا جواب وہ نہیں دے سکیں گے۔ میں نے کہا: میں ایک مسئلہ پوچھوں گا اور دیکھوں گا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ عبد القادر نے کہا: میں تو صرف اُن کی زیارت کی برکات کا منتظر رہوں گا۔ جب ہم اُن کی خدمت میں پہنچے تو اُن کو اُن کے مکان میں نہ پایا۔ ہم لوگ تھوڑی دیر ٹھہر گئے، تو دیکھا کہ وہ وہیں پر بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ابن سقا کی طرف غصے سے دیکھا اور کہا: اے ابن سقا! تجھے خرابی ہو، تو مجھ سے ایسا سوال کرنا چاہتا ہے جس کا جواب مجھے نہ آئے گا؟ لے سن! وہ مسئلہ یہ ہے اور اُس کا جواب یہ ہے۔ پھر اُنھوں نے ابن سقا سے مخاطب ہو کر کہا: بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تیرے اندر بھڑک رہی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے میری طرف دیکھا اور کہا: اے عبد اللہ! کیا تم مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتے ہو کہ تم دیکھو کہ میں کیا جواب دیتا ہوں، سنو وہ مسئلہ یہ ہے اور اُس کا جواب یہ ہے۔ پھر عبد القادر کی طرف متوجہ ہوئے، اُس کو قریب بٹھایا، بڑی عزت دی، اور پھر اس سے کہا: اے عبد القادر! اپنے ادب کی وجہ سے تم نے اللہ و رسول ﷺ کو راضی کر لیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بغداد میں کرسی پر

بیٹھے ہو اور کہہ رہے ہو: ”میرا یہ قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے“ اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے زمانے کے اولیا نے تمہارے رعب و جلال کے سبب اپنی اپنی گردنیں جھکا دی ہیں۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ غوث وقت نے پیش گوئی تھی کہ ابن سقا اپنے انجام کو پہنچا اور آپ کی عظمت و جلال کے آگے معاصرین اولیا نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔ (نفحات الانس، شیخ حماد، ص: ۳۲۳- بہجۃ الاسرار، ذکر اخبار المشائخ، ص: ۱۹-۲۰)

مجاہدات وسیاحات[1]: حضرت محبوب سبحانی پر جب کبھی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی اور محبوب و محب کے مابین خلقت حائل ہونے لگتی، تو آپ خود کو مجاہدات شاقہ اور ریاضات شدیدہ کے سپرد فرما دیتے تھے۔ آپ عراق کے صحراؤں اور بیابانوں میں نکل جاتے اور اس طرح گشت کرتے کہ نہ آپ کسی کو پہچانتے تھے اور نہ کوئی آپ کو پہچانتا تھا۔ ایسے عالم میں رجال الغیب اور جنات آپ کے پاس آتے اور آپ اُنھیں تعلیم دیتے۔ (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر، ص: ۱۹۸- الطبقات الکبریٰ، جلد: ۱، ص: ۱۸۳)

حضرت محبوب سبحانی فرماتے ہیں: سیاحت کے ایام میں ایک بار ایک اجنبی میرے پاس آیا اور کہنے لگا: میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: رہو۔ اس نے کہا: لیکن شرط یہ ہے کہ تم مخالفت نہیں کروگے۔ میں نے کہا: نہیں کروں گا۔ اس نے کہا: یہیں بیٹھے رہو جب تک کہ میں واپس نہ آجاؤں۔ وہ ایک سال بعد واپس آیا، تو میں وہیں تھا۔ وہ کچھ دیر میرے پاس بیٹھا، پھر کھڑا ہوا، اور کہا: یہاں سے کہیں جانا نہیں جب تک کہ میں واپس نہ آجاؤں۔ پھر مزید ایک سال گزرنے پر وہ آیا، تو بھی میں وہیں تھا۔ کچھ دیر میرے پاس بیٹھا اور مجھے وہیں رکنے کے لیے کہہ کر چلا گیا۔ جب تیسرا سال گزر جانے کے بعد وہ آیا، تو اپنے ساتھ روٹی اور دودھ لایا اور مجھ سے کہا: میں خضر ہوں۔ مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں تمہارے ساتھ کھانا تناول کروں۔ لہٰذا ہم دونوں نے ایک ساتھ کھایا۔ کھانے کے بعد حضرت خضر نے مجھ سے کہا: اٹھو، اور بغداد چلو، اِس طرح ہم دونوں بغداد آئے۔ دریافت کیا گیا کہ ان تین برسوں کی مدت میں آپ غذا کہاں سے حاصل کیا کرتے تھے؟ فرمایا: نباتات سے۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ...، ص: ۱۴۱- نفحات الانس، شیخ عبد القادر جیلانی، ص: ۳۲۲-۳۲۱، قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر، ص: ۱۹۸)

دورانِ مجاہدات حضرت محبوب سبحانی کو بہت سارے امتحانات سے بھی گزرنا پڑا، لیکن کبھی بھی

---

(1) سیاحت کا لغوی معنی ہے: گشت کرنا، چلتے پھرتے رہنا، گھومنا پھرنا۔ ایک جگہ مستقل قیام نہ کرنا۔ حضرت محبوب سبحانی کے بارے میں بعض علما کا خیال ہے کہ آپ نے مستقل پچیس سال تک عراق کے صحرا میں قیام فرمایا، یہ درست نہیں ہے، بلکہ آپ نے عراق کے صحرا و بیابان کی سیاحت اس طور سے فرمائی کہ شہر بغداد سے آتے جاتے رہے۔ کبھی ایک ہفتہ رہتے، کبھی ایک عشرہ رہتے، کبھی پندرہ دن رہتے، کبھی سال دو سال بھی رہ جاتے وغیرہ، اور یہ سلسلۂ سیاحت (آمد و رفت) پچیس سال تک رہا۔ یعنی شیخ ابو سعید مخزومی کے وصال ۵۱۷ھ تک۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت ترک فرما دی اور بحکم شیخ، باب الازج مدرسے سے منسلک ہو گئے۔ واللہ اعلم

پائے ثبات میں تزلزل پیدا نہیں ہوا، بلکہ آپ جملہ اِمتحانات سے بخوبی کامیاب وکامراں گزر گئے۔ چناں چہ ایک بار جب آپ ایام سیاحت سے گزر رہے تھے، تو پیکر ضلالت ابلیس کے پردے میں آپ کو آزمایا گیا کہ مجاہدات وریاضات اور اپنی علمی و عملی راسخیت کے باعث، کہیں آپ ''انانیت وخودی'' کے شکار تو نہیں ہوگئے ہیں۔ لیکن بحمدہ تعالیٰ آپ کی بارگاہ سے ابلیس لعین کو خائب وخاسر لوٹنا پڑا، اور اُس کی تمام تر شاطرانہ سازشیں ناکام ہوگئیں۔ حالاں کہ ما قبل میں وہ اپنی چال بازیوں سے بکثرت اولیا وصلحا کو اپنا شکار بنا چکا تھا۔ شیخ ضیاءالدین ابونصر موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت محبوب سبحانی سے سنا، آپ فرماتے ہیں:
ایک بار دورانِ سفر میں ایک ایسے بیابان میں پہنچا جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ میں نے کچھ دنوں تک وہاں قیام کیا لیکن پانی دستیاب نہیں ہو سکا۔ پیاس نے جب شدت اختیار کرلی، تو اَبر کا ایک ٹکڑا آیا اور میرے اُوپر سایہ کر دیا۔ اُس سے پانی کے چند قطرے ٹپکے۔ میں نے اسے پیا، تو مجھے کچھ سکون حاصل ہو گیا۔ پھر اس ابر میں ایک چمک پیدا ہوئی جس نے آسمان کو اَپنی گرفت میں لے لیا۔ بعدہٗ عجیب وغریب ایک ہیولیٰ نمودار ہوا۔ اس نے مجھے آواز دی اور کہا: اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں۔ آج سے میں محرمات کو تم پر حلال کرتا ہوں۔ اتنا سنا، تو میں نے فوراً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھا۔ وہ چمک، تاریکی میں تبدیل ہو گئی اور ہیولیٰ دھواں بن کر اُڑ گیا۔ پھر ایک آواز آئی: اے عبدالقادر! علم شریعت رکھنے اور اَحوال طریقت سے واقفیت کے باعث آج تم مجھ سے نجات پا گئے۔ میں نے ایسی ہی شعبدہ بازیوں سے ستّر اہل طریقت کو اَیسا گمراہ کر دیا ہے کہ وہ کہیں کے نہیں رہے۔ فرمایا: یہ سب فضل ربانی کا ثمرہ ہے کہ وہی رشد وہدایت فرمانے والا ہے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کیسے جانا کہ وہ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اُس کے اِس قول سے کہ ''میں نے تمہارے لیے محرمات کو حلال کر دیا۔(اخبار الاخیار، طبقہ اول، ص:۲۲-الطبقات الکبریٰ، جلد:۱، ص:۱۸۳)

اِس موقع پر حضرت محبوب سبحانی کا ایک فرمان نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اگر شرعی حدود میں سے کوئی حد ٹوٹ جاتی ہے، تو یقینی طور پر جان لو کہ تم فتنہ وفساد میں مبتلا ہو گئے ہو، اور اِبلیس تم سے کھیل رہا ہے۔ لہٰذا فی الفور شریعت کی طرف رجوع کرو اور اُس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ نفس کو قابو میں رکھو، اِس لیے کہ ہر وہ شے جس کی تائید شریعت نہیں کرتی، وہ باطل ہے۔

(الطبقات الکبریٰ، ومنہم سیدی عبدالقادر الجیلی، جلد:۱، ص:۱۸۳)

شیوخ تربیت اور خرقۂ خلافت

شیخ حماد بن مسلم الدباس اور شرف بیعت: لقب ابوالخیر اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد ہی میں نشو ونما پائی۔ آپ طویل العمر درویش تھے۔ آپ کا شمار بغداد کے عظیم ترین مشائخ میں ہوتا تھا،

حالاں کہ آپ اُمی بزرگ تھے لیکن بفضلہ تعالیٰ اَسرار و معارف کا سمندر رتھے۔ اَصاغر واکابر دونوں کے لیے آپ امام و پیشوااور رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ مخلوق کی ایک بڑی تعداد آپ سے فیضیاب ہوئی۔ آپ کی صحبت و تربیت مردہ قلوب واَذہان کے لیے حیات بخش غذا تھی۔ حلال کمانے اور حلال کھانے پر آپ کا زور بہت زیادہ رہتا تھا۔ آپ کی بارگاہ میں کبار مشائخ کی گردنیں خم رہتی تھیں اور آپ سے فیض باطنی کا سوتا پھوٹتا رہتا تھا۔ آپ علمائے راسخین میں منفرد و یکتا مقام رکھتے تھے کہ جب کبھی اختلافی مسائل کھڑے ہوتے تو آپ ہی کو حکم و فیصل بنایا جاتا تھا۔

شیخ حماد بن مسلم الدباس[1] کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ نجیب الدین سہروردی بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم قشیری اگر دیکھ لیتے، تو آپ کو اَپنے رسالے میں بہت سے مشائخ پر مقدم رکھتے۔ مشائخ کے نزدیک آپ کی شان، عظیم الشان اور آپ کی شخصیت، عظیم المرتبت ہے۔ علما و فقہا اور صوفیہ و مشائخ نے ''عارف باللہ، قدوۃ الشیوخ، عمدۃ المحققین، امام السالکین اور حجۃ العارفین'' جیسے القابات آپ کے حق میں روا رکھے ہیں۔ آپ کا وصال ۵۲۵ھ/۱۱۲۷ میں ہوا۔

حضرت محبوب سبحانی نے جب پہلی بار شہر بغداد میں قدم رکھا اور جو آپ کا اولین مسکن و مستقر بنا، وہ شیخ حماد بن مسلم الدباس قدس سرہٗ کی خانقاہ تھی۔ آپ نے شیخ حماد کی صحبت کو غنیمت جانا اور اُسے لازم پکڑ لیا۔ آپ کے عنفوان شباب کا بیشتر حصہ شیخ حماد کی بافیض صحبت میں بسر ہوا۔ اُنھیں کے زیر تربیت و تزکیہ رہے۔ انھیں کی رہبری و پیشوائی میں سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں اور پھر ایک دن انھیں سے بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔ (المبہجۃ، القسم الاول، الفصل الاول، رابعا، ص:۳۹)

شیخ ابوسعید ابویوسف مبارک مخزومی اور اجازت و خلافت: شیخ ابوسعید بن علی بن حسین مخزومی/مخرمی[2] حنفی المذہب صوفی تھے اور اپنے عہد کے ممتاز مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت عبقری شخصیات و مشائخ کی نگرانی میں ہوئی اور وقت کے منفرد و بے مثال اولیا و صلحا سے آپ مستفیض ہوئے۔ فن معقولات و منقولات میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ قاضی ابو یعلی اور شیخ ابو جعفر بن ابو موسیٰ آپ کے نمائندہ اساتذہ ہیں۔ آپ شریعت و طریقت میں باکمال و بافیض مرشد تھے۔ حضرت خضر آپ کے رفیق و ندیم تھے۔ باوجودیکہ آپ قضا کے عہدے پر فائز رہے لیکن ذکرِ ربانی سے کبھی بھی غفلت نہیں کی۔ آپ جس کسی پر توجہ فرمادیتے یا جس کسی سے معانقہ کر لیتے وہ اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھتا اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتا۔ شیخ ابوالحسن علی ہاشمی

([1]) ''الدباس'' شیرہ فروش کو کہتے ہیں۔

([2]) ''بنو مخزومیہ'' کی طرف نسبت کرتے ہوئے شیخ ابوسعید کو ''مخزومی'' اور ''علاقۂ مخرم'' کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''مخرمی'' کہا جاتا ہے۔ مخرم بکسر الراء، شمالی بغداد کا ایک محلہ ہے۔ (البدایہ والنہایہ، ۲۲۹/۱۲)

قرشی سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا اور پھر یہ امانت حضرت محبوب سبحانی کے توسط سے آگے پہنچی۔ شیخ مخزومی نے ''باب الازج'' نامی محلے میں ایک شاندار مدرسہ قائم فرمایا تھا، جس مدرسے نے علماو مشائخ کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ خدمت خلق آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ آپ کے معروف تلامذہ اور خلفا میں حضرت محبوب سبحانی کا نمایاں نام ہے، جنھوں نے آپ کے زیر سایہ اِسی مدرسے میں اکتساب علم کیا تھا۔ ۵۱۷ھ/۱۱۲۳ء میں آپ کا وصال ہوا۔

نفحات الانس میں ہے، حضرت محبوب سبحانی کو شیخ مخزومی نے خرقۂ خلافت سے نوازا۔ آپ فرماتے ہیں: گیارہ سال تک میں ایک ''برج'' میں رہا اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کررکھا تھا کہ میں اُس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا جب تک کہ کوئی میرے منھ میں لقمہ نہ رکھے، اور اُس وقت تک کچھ نہیں پیوں گا جب تک کہ کوئی مجھے پلائے نہیں۔ ایک بار چالیس ایام تک میں نے کچھ نہیں کھایا۔ چالیس ایام کے بعد ایک شخص کچھ کھانا لایا اور اُسے میرے پاس رکھ کر چلا گیا۔ شدتِ بھوک کے باعث قریب تھا کہ میرا نفس اُس کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ (فوراً نفس کو قابو میں کیا اور) کہا: واللہ! میں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کررکھا ہے اُسے ہرگز نہیں توڑوں گا۔ اِس کے بعد میں نے سنا کہ میرے اندر سے کوئی فریاد کررہا ہے اور بلند آواز سے کہہ رہا ہے: الجوع الجوع!! اِسی دوران شیخ ابوسعید مخزومی میرے پاس سے گزرے۔ انھوں نے بھی اس آواز کو سنا تو دریافت کیا: عبدالقادر! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: یہ نفس کا قلق واضطراب ہے، حالاں کہ روح اپنے رب کے دیدار میں محو ہے۔ شیخ نے فرمایا: ہمارے گھر (باب الازج) آؤ، اور وہ تشریف لے گئے۔ لیکن میں نے اپنے دل میں کہا: میں یہاں سے باہر قدم نہیں رکھوں گا۔ اتنے میں ابوالعباس خضر علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا: تم شیخ ابوسعید کے پاس جاؤ۔ چناں چہ میں ان کے پاس گیا، تو دیکھا کہ شیخ ابوسعید اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں اور میرا انتظار فرمارہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: اے عبدالقادر! میرا کہنا تمہارے لیے کافی نہ ہوا کہ جناب خضر کو کہنا پڑا۔ پھر مجھے گھر کے اندر لے گئے اور جو کچھ بعام مہیا تھا اُس سے ایک ایک لقمہ میرے منھ میں رکھنے لگے۔ میں کھاتا گیا، یہاں تک کہ مجھے سیری اور آسودگی حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد اُنھوں نے مجھے خرقہ پہنایا اور میں نے اُن کی صحبت کو اَپنے اُوپر لازم کرلیا۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ...، ص: ۱۴۰-۱۴۱- نفحات الانس، تذکرہ: شیخ محی الدین عبدالقادر، ص: ۳۲۱)

شجرۂ خلافت: عارف باللہ شیخ عبدالقادر اَز عارف باللہ شیخ ابوسعید مبارک بن علی مخزومی اَز عارف باللہ شیخ ابوالحسن علی بن محمد قرشی ہکاری اَز عارف باللہ شیخ ابوالفرح طرسوسی اَز خواجہ ابوبکر دلف بن جحدر شبلی اَز خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی اَز خواجہ سری سقطی اَز خواجہ ابومحفوظ معروف کرخی اَز خواجہ شیخ داؤد طائی از خواجہ

حبیب عجمی از خواجہ حسن بصری از سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب از سید المرسلین و رسول رب العالمین سیدنا و نبینا محمد مصطفی ﷺ۔(فتوح الغیب، فی بیان تکملۃ نسب حضرۃ الغوث، ص:۱۸۵)

آپ کا خرقۂ خلافت شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ کے بعد اِس نہج پر بھی ہے: شیخ معروف کرخی از سیدنا امام علی رضا از سیدنا امام موسیٰ کاظم از سیدنا امام جعفر صادق از سیدنا امام محمد باقر از سیدنا امام زین العابدین از سیدنا امام حسین از سیدنا امام حسن مجتبیٰ از سیدنا امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ از سیدنا حضرت محمد ﷺ۔

(اقتباس الانوار از شیخ محمد اکرم قدوسی، جلد:۱، ص:۷۷-۷۶)

انتباہ: حضرت محبوب سبحانی کے شیخ تربیت امی صوفی قدوۃ الشیخ حضرت حماد بن مسلم الدباس تھے اور شیخ خلافت فقیہ صوفی حضرت ابوسعید مخزومی تھے۔ گویا آپ مجمع البحرین تھے، اور آپ تصوف کے دونوں چشموں سے نہ صرف سیراب ہوئے بلکہ ان کے امین و پاسدار بھی رہے۔ غالباً یہی سبب ہے کہ آپ یا تو خاموش رہنا پسند فرماتے تھے یا پھر اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے نظر آتے تھے۔ ہمارے خیال سے خاموشی امی شیخ سے وراثتاً پائی تھی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر فقیہ صوفی سے وراثتاً ملی تھی۔ بہر حال اِس سلسلے میں بھی آپ ممتاز تھے۔

عائلی احوال: حضرت محبوب سبحانی کے اکثر و بیشتر معاملات خواہ دینی ہوں یا دنیوی، تمام ترغیبی اشارات کے بعد اَنجام پاتے تھے، باوجودیکہ آپ شادی کرنا چاہتے تھے مگر عائلی اور خانگی شعبے میں بھی اس وقت تک نکاح مسنون کا اہتمام وانصرام نہیں فرمایا، جب تک کہ اِس سے متعلق اشاراتی حکم نہیں مل گیا۔ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد سہروردی (متوفی: ۶۳۲ھ) بیان کرتے ہیں:

شیخ عبد القادر جیلی کے بارے میں ہم نے سنا ہے کہ صالحین میں سے کسی نے ان سے دریافت کیا: آپ نے شادی کیوں کی؟ فرمایا: میں نے اس وقت تک شادی نہیں کی جب تک کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ "شادی کرو۔"

اِسی باب میں آگے فرماتے ہیں: میں شادی کرنا چاہتا تھا لیکن ایک زمانے تک شادی کرنے کی جرأت نہیں کر پاتا تھا۔ اس خوف سے کہ وقت مکدر اور ضائع ہوگا۔ لہٰذا میں صبر کرتا رہا یہاں تک کہ شادی کرنے کا حکم آگیا، پھر اللہ سبحانہ نے مجھے چار بیویاں مرحمت فرمائیں، جن میں سے ہر ایک میری طرف راغب تھی اور مجھ سے محبت کرتی تھی۔ جان لو کہ یہ صبر کامل اور صبر جمیل کا ثمرہ ہے۔

(العوارف المعارف، الباب الحادی والعشرون، فی شرح حال المتجرد والمتأہل من الصوفیہ، ص:۱۸۵-۱۸۴)

آپ کی چار شادیاں ہوئیں، جن میں ہر ایک اہلیہ خوش حال گھرانے سے تھیں، یا پھر وہ مختلف صنعتی

وحرفتی پیشہ جانتی تھیں۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ سب سے پہلے کون سی اہلیہ آپ کے نکاح میں آئیں۔ اُن کے نام یہ ہیں:

۱۔ سیدہ بی بی مدینہ بنت سید میر محمد ۲۔ سیدہ بی بی صادقہ بنت سید محمد شفیع

۳۔ سیدہ بی بی مومنہ ۴۔ سیدہ بی بی صادقہ

الحمدللہ! یہ چاروں صالحات اور بافیض و باکرامت خواتین تھیں۔

عائلی معاملات: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء، حدیث: ۱۹۷۷، حکم الحدیث: الصحیح)

ترجمہ: تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال کے حق میں بہتر ہے اور میں اپنے اہل و عیال کے حق میں تم سے بہتر ہوں۔

جب ہم حضرت محبوب سبحانی کے گھریلو معاملات دیکھتے ہیں، تو آپ بے شک جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا عکس جمیل نظر آتے ہیں کہ جس طرح آپ ﷺ گھریلو کام۔کاج کرنے میں حیا نہیں فرماتے تھے، بعینہ آپ بھی گھریلو کام۔کاج کرنے میں کسی طرح کی حیا اور جھجھک محسوس نہیں کرتے تھے۔ مزید برآں آپ نہ صرف باہری لوگوں کے دکھ درد میں معاون ہوتے تھے بلکہ اپنے گھر کے اندر بھی اپنے اہل و عیال کے دکھ درد میں شامل رہتے تھے۔ حضرت عبدالقادر بن محی الدین اَربلی لکھتے ہیں کہ ایک بار آپ کی اہلیہ (سید یحیٰ کی والدہ) بیمار ہو گئیں، تو آپ نے خود آٹا پیسا، اُسے گوندھا اور خود ہی روٹی بھی پکائی، نیز مٹکے میں پانی بھی بھر لائے۔

(تفریح الخاطر فی ترجمہ الشیخ عبدالقادر، المنقبۃ: ۳۵)

اولاد امجاد: حافظ شمس الدین ذہبی نے حضرت محبوب سبحانی کے صاحبزادے شیخ عبد الرزاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کی اولاد کی تعداد ۴۹ ہے، ان میں ۲۷ صاحبزادگان اور باقی (۲۲) صاحبزادیاں ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد: ۲۰، ص: ۴۴۷)

لیکن اِس تعداد کے سلسلے میں حتمی طور پر کچھ کہنا ایک مشکل امر ہے، کیوں کہ ہماری دانست کے مطابق اب تک مؤرخین اور سوانح نگاروں کی طرف سے محض پندرہ۔بیس لڑکوں کے نام ہی سامنے آئے ہیں، جب کہ صرف ایک صاحبزادی سیدہ فاطمہ کا نام سامنے آپایا ہے۔ البتہ! یہ متفق علیہ ہے کہ آپ کثیر الاولاد تھے۔ چند معروف اَولاد کے نام یہ ہیں:

شیخ عبد الوہاب (۵۲۲-۵۹۳)، شیخ عبدالرزاق (۵۲۸-۶۰۳ھ)، شیخ عبدالعزیز (۵۳۲-۶۰۳ھ)، شیخ عبدالجبار (متوفی: ۵۷۵ھ)، شیخ عبدالغفور، شیخ عبدالغنی، شیخ صالح، شیخ محمد (۵۹۲ھ)، شیخ موسیٰ، شیخ عیسیٰ

(۵۹۳ھ)، شیخ ابراہیم، شیخ یحییٰ (۵۵۰-۶۰۰ھ)، سید عبداللہ (۵۰۸-۵۸۹ھ)، شیخ ابو نصر موسیٰ (۵۳۷/۵۳۹-۶۱۸ھ)، شیخ محمد اسد، شیخ عبدالخالق، شیخ یوسف، شیخ عبدالروؤف وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

انتباہ: حضرت محبوب سبحانی کے متذکرہ بالا تمام فرزندان وصاحبزادگان اپنے زمانے کی عظیم شخصیات میں شمار ہوتے ہیں اور مابعد علما ومشائخ کے لیے ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

درس وتدریس اور علمی کمالات: حضرت محبوب سبحانی کے درس وتدریس کی مدت کم وبیش ۳۳؍ برسوں پر محیط ہے۔ پہلی بار آپ نے مرشد شیخ ابوسعید مخزومی کے قائم کردہ ''مدرسہ لطیفیہ'' میں (جو باب الازج کے پاس واقع تھا) مقرر ہوئے اور وہاں ایک لمبے عرصے تک درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔ پہلے تو طالبان وتشنگان کی تعداد مختصر رہی، مگر جب آپ کی علمی لیاقت وصلاحیت اور تدریسی ہنرمندی کا شہرہ عام ہوا، تو اُن کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہونے لگا اور مدرسہ اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گیا۔ چناں چہ کچھ اہل خیر مدرسے کی جدید تعمیر وتوسیع کے لیے آگے آئے اور ۵۲۸ھ/۱۱۳۵ء میں تعمیری وتوسیعی عمل مکمل کر لیا گیا۔ بعدہٗ اُس کا جدید نام ''مدرسہ قادریہ'' رکھ دیا گیا۔

حافظ ذہبی اور ابن رجب لکھتے ہیں کہ اہل بغداد نے مدرسے کی تعمیر وتوسیع میں جنون کی حد تک حصہ لیا۔ وہ اِس طور پر کہ تعمیر وتوسیع میں اغنیا نے اپنے اموال صرف کیے، تو فقرا نے اپنی جانوں کی بازی لگا دی۔ منقول ہے کہ یومیہ مزدوری کرنے والے اپنے شوہر کے ساتھ ایک مسکین خاتون حضرت محبوب سبحانی کی خدمت میں آئی اور آپ سے عرض کی: میرے شوہر پر مہر کے ۲۰؍ دینار باقی ہیں، اگر یہ آپ کے مدرسے میں مزدوری کرتا ہے تو میں مہر کی نصف رقم معاف کرتی ہوں، اس شرط پر کہ باقی نصف کے عوض وہ آپ کے مدرسے میں مزدوری کرتا رہے۔ ہم دونوں اس پر راضی ہیں۔ شوہر نے بھی یہ بات قبول کی۔ پھر اس عورت نے اپنا حصہ پیش کیا جسے آپ نے قبول فرما لیا۔ اب وہ شخص مدرسے میں مزدوری کرتا، اس کی محتاجگی کے پیش نظر آپ اسے ایک دن مزدوری دیتے اور دوسرے دن نہیں دیتے، یہاں تک کہ اس نے پانچ دینار کی مزدور کر لی۔ پھر حضرت نے اس کی بیوی کا حصہ اس کے حوالے کر دیا اور یہ فرمایا: جو کچھ تم پر باقی ہے اب وہ تمہارے لیے ہے۔ (علماء عاملون، المبحث الاول، شخصیۃ الشیخ، ص: ۵۵)

حضرت محبوب سبحانی کے علمی کمالات کے سلسلے میں حافظ عمادالدین بن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: بغداد جا کر آپ نے حدیث کی سماعت کی اور اس سے اپنا شغل قائم رکھا، یہاں تک کہ اس میں پوری مہارت حاصل کر لی۔ حدیث وفقہ اور وعظ وعلوم حقائق میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔

(قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص: ۱۹۴)

تدریس اوراس کی نوعیت: حضرت محبوب سبحانی مختلف علوم وفنون جیسے تفسیر، حدیث، تجوید، فقہ، اُصول فقہ، فروعات وغیرہ کادرس دیا کرتے تھے۔امام عبدالوہاب شعرانی بیان کرتے ہیں:

حضرت محبوب سبحانی ۱۳؍علوم میں کلام فرمایا کرتے تھے۔آپ اپنے مدرسے میں ایک سبق تفسیر کا، ایک سبق حدیث کا،ایک سبق فقہ کا اور ایک سبق ائمہ کے اختلافات وفروعات اور ان کے دلائل کا پڑھایا کرتے تھے۔ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد علم القراءت پڑھاتے۔علاوہ ازیں افتا کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد:۱، ومنہم ابوصالح سیدی عبدالقادر الجیلی، ص:۱۸۲)

گویا دن کے نصف اول میں تفسیر وحدیث، فقہ واُصول فقہ،اختلاف ائمہ، نحو وغیرہ کے دروس دیتے تھے۔دن کے نصف ثانی ظہر کے بعد تجوید قرآن کا درس دیتے تھےاور مابقیہ اوقات فتویٰ دیتے اور عمومی مسائل کا حل پیش فرماتے تھے۔

متذکرہ بالا معمولات حضرت محبوب سبحانی کے یومیہ معمولات میں شامل تھے۔مزید جوذاتی مصروفیات تھیں اور یومیہ عبادات وریاضات کے معمولات تھے وہ الگ ہیں۔ یہ سب مابعد کے علما وفقہا اور اساتذہ ومدرسین لیے قابل عبرت اور سبق آموز پہلو ہیں۔

طرزاستدلال و تفہیم: حضرت محبوب سبحانی کا ایک اپنا ذوق وشوق تھااور پھر صوفیہ ومشائخ کی روحانیت اور مشفق وبافیض اساتذہ کی نورانی تربیت آپ کے شامل حال تھی۔اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ نے جس بھی بحرعلوم وفنون کی غواصی فرمائی، جواہرِعلوم ومعرفت کا خزینہ حاصل کیے بغیر اُس سے باہر نہیں آئے اور پھر آپ کی علمی وفنی اور تدریسی صلاحیت اور زبردست اِستدلالی قوت نے ملک وبیرون ملک کے تشنگان علوم کو بغداد آنے پر مجبور کر دیا۔ ''علماء عاملون''میں درج ہے:

حافظ ابوالعباس احمد بیان کرتے ہیں کہ میں اور شیخ جمال الدین بن جوزی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں حاضر ہوئے۔تالی قرآن نے ایک آیت کی تلاوت کی۔ شیخ نے اس کا ایک معنی بیان کیا۔میں نے شیخ جمال الدین سے کہا: آپ اِس معنی کو جانتے ہیں؟اُنھوں نے کہا: ہاں! پھر شیخ نے اس آیت کے گیارہ معانی بیان کیے۔میں نے شیخ جمال الدین سے کہا: آپ اِن معانی کو جانتے ہیں؟انھوں نے کہا: ہاں! پھر شیخ نے ایک دوسرا معنی بیان کیا، تو میں نے شیخ جمال الدین سے کہا: آپ اِس معنی کو جانتے ہیں؟انھوں نے کہا: نہیں! یہاں تک کہ شیخ نے پورے چالیس معانی بیان کردیےاور ہر معنی ومفہوم کی سند اس کے قائل تک متصل کردی۔ادھر شیخ جمال الدین کہتے رہے کہ میں ان معانی ومفاہیم کو نہیں جانتا۔سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی اِس قدر وسعتِ علمی پر وہ سخت حیران ہوئے۔بعدہٗ شیخ نے پھر فرمایا: ہم قال کو ترک کرتے ہیں، حال

کی طرف لوٹتے ہیں: لاالٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ۔ کلمہ توحید بلند ہوتا تھا کہ حاضرین پر سخت اِضطرابی کیفیت طاری ہو گئی اور شیخ جمال الدین ابن جوزی پر اس قدر کیفیت کا غلبہ ہوا کہ انھوں نے اپنا لباس ہی چاک کر ڈالا۔

(علماء عاملون، المبحث الاول، ص: ۶۷-۶۶)

حسن تعبیر وتاویل: حضرت محبوب سبحانی کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے۔ آپ نے اُس شخص کی تنبیہ فرمائی اور اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ آئندہ ایسی بات نہیں کرے گا۔ پھر جب اِس مسئلے سے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ حق پر ہے یا باطل پر؟ تو آپ نے فرمایا: یہ سچا ہے، البتہ اسے دھوکہ ہو گیا ہے۔ دراصل اس نے اپنے نور بصیرت سے نور جمال کو دیکھا۔ پھر بصیرت سے بصارت کی طرف ایک چمک اٹھی تو اس نے اپنی بصارت کو اپنی بصیرت سے دیکھا، جب کہ اس کی بصیرت کی شعاع، نور شہود سے متصل تھی۔ اس سے اس شخص کو یہ شبہہ ہو گیا کہ گویا اس نے اپنے مشاہدات کو نگاہ بصارت سے دیکھا ہے۔

جب آپ یہ بیان فرما رہے تھے تو اس وقت بہت سے مشائخ موجود تھے اور آپ کو سماعت کر رہے تھے۔ سب بہت محظوظ ہوئے اور متذکرہ شخص کے حال کی اِس قدر حسین تاویل و تعبیر سن کر سب محو و مست ہو گئے۔ بعض نے تو اپنے کپڑے بھی پھاڑ ڈالے اور صحرا و بیابان کی طرف نکل پڑے۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد: ۱، ص: ۱۸۲)

انتباہ: حضرت محبوب سبحانی کا متذکرہ طرزِ تعبیر وتاویل ایک طرف آپ کے اعلی علم واخلاق اور حسن ظن جیسے محاسن و مکارم سے باخبر کرتا ہے، تو دوسری طرف مابعد کے جملہ علما و فضلا اور صوفیہ و مشائخ کے لیے اِس میں ہدایت بھی مضمر ہے کہ وہ ایسے مبہم و مغلق اور بظاہر عام اِنسانی علم و عقل سے بالاتر اقوال کے قائلین کی اصلاح و درستگی کریں اور اُن کے اِس نوع کے اقوال میں حسن تاویل و تعبیر کا پہلو بہر حال تلاش کریں۔ تاکہ مختلف صاحبانِ مسالک و نظریات کے مابین احترام باہم اور اِتحاد باہم کا جذبہ دائمی طور پر قائم و دائم رہے، اور اَیوانِ ایمان و عمل میں کسی نوع کا زلزلہ پیدا نہ ہو۔

مسلک ومذہب: حضرت محبوب سبحانی باوجودیکہ شرعی احکام و مسائل میں حنبلی اور شافعی دونوں مسالک و مذاہب سے متأثر تھے، اور دونوں پر فتوی دیا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد: ۱، ومنہم ابو صالح سیدی عبد القادر الجیلی، ص: ۱۸۲)

لیکن حافظ ذہبی (سیر اعلام النبلاء، ۴۳۹/۲۰ میں) اور ابن العماد حنبلی (شذرات الذہب، ۱۹۹/۴ میں) کہتے ہیں کہ آپ مسلکاً حنبلی تھے۔ مزید اِس نظریے کی تائید کہ آپ مسلکاً حنبلی تھے، خود آپ کے اقوال سے ہوتی ہے کہ آپ

نے مختلف مقامات پر امام احمد حنبل کا ذکر لفظ اِمامنا سے اور اُن کے علاوہ ائمہ کا ذکر ان کے اسما و القاب سے فرمایا ہے۔ وھو مذھب إمامنا أحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی، وأحد أقوال الشافعي ومذھب أبي یوسف ومحمد بن الحسن۔ کچھ آگے فرماتے ہیں: وھو مذھب إمامنا أحمد وأبي حنیفۃ رحمھما اللہ وأھل العراق۔

(الغنیۃ لطالبی طریق الحق، جلد: ۲، ص: ۸۴-۸۵، مکتبہ شاملہ)

اِس کے ساتھ محراب میں قیام کے سلسلے میں آپ اسی مسلک و نظریے پر عامل نظر آتے ہیں اور اسی مسلک پر قائم و دائم رہنے کی دعا کرتے ہیں جسے امام احمد بن حنبل نے اختیار فرمایا ہے۔ چناں چہ آپ لکھتے ہیں: وینبغي للإمام ألا یدخل طاقۃ القبلۃ فیمنع من ورائہ رؤیتہ، بل یخرج منہ قلیلاً. وعن إمامنا أحمد رحمہ اللہ روایۃ أخری: أنہ یستحب قیامہ فیہ۔ (الغنیۃ لطالبی طریق الحق، جلد: ۲، ص: ۲۰۰)

ایک جگہ مذکور ہے: قال الإمام أبو عبداللہ أحمد بن محمد بن حنبل الشیباني رحمہ اللہ، وأماتنا علی مذھبہ أصلاً وفرعاً، وحشرنا في زمرتہ۔ (الغنیۃ لطالبی طریق الحق، جلد: ۲، ص: ۲۰۳)

فتویٰ نویسی: حضرت محبوب سبحانی کے پاس مختلف شعبہائے حیات سے متعلق استفتا ہوتا تھا اور آپ ہر استفتا کا معقول و منقول جواب عنایت فرماتے تھے۔ فقہ میں اِس قدر مہارت حاصل تھی کہ سخت سے سخت اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل آنِ واحد میں حل فرمادیا کرتے تھے۔ آپ کی فقاہت و ثقاہت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ہزارہا فتاوے صادر کرنے کے باوجود کبھی رجوع کرنے کی نوبت آتی تھی اور نہ کبھی کسی بڑے سے بڑے مفتی اور فقیہ کے لیے قیل و قال کرنے کی گنجائش ہوتی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ آپ عراق کے تمام علما کے مرجع تھے بلکہ پوری دنیا کے طالبان علوم و فنون کے لیے مرکز عقیدت تھے۔ جب آپ کا فتویٰ علمائے عراق کے سامنے پیش کیا جاتا، تو وہ اِنتہائی حیرت و تعجب کا اظہار کرتے اور کہتے: سبحان من أنعم علیہ، اس رب کی پاکی جس نے ان پر یہ انعام فرمایا۔

ایک بار کا ذکر ہے: بلادِ عجم سے ایک استفتا آیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ اگر وہ تن تنہا اللہ عز و جل کی ایسی عبادت نہ کرے کہ اس عبادت میں عوام الناس سے کوئی فرد اس کے ساتھ شریک نہ ہو، تو اس بیوی کو تین طلاقیں۔

یہ استفتا دیکھ کر عراق کی علما و فقہا حیرت میں پڑ گئے کہ آخر کون سی عبادت ہو سکتی ہے جس میں وہ بالکل تنہا ہو، اور کوئی شخص اُس عبادت میں اُس کا شریک نہ ہو؟ پھر یہی فتویٰ جب آپ کی خدمت میں پیش ہوا، تو آپ نے برجستہ فرمایا: وہ مکہ جائے، اس کے لیے مطاف خالی کرادیا جائے اور وہ اکیلے ہی سات بار طواف کرے۔ اس طرح اس کی قسم پوری ہو جائے گی۔ آپ کا یہ جواب سن کر عراق کے تمام علما حیرت زدہ رہ

گئے کہ جس فتوی کے جواب سے بڑے بڑے علما و فضلا عاجز و بے بس تھے ،آپ نے اُسے بہ آسانی حل فرما دیا۔

(الطبقات الکبریٰ، و منہم سیدی عبد القادر الجیلی، جلد: ۱، ص: ۱۸۲- واخبار الاخیار فی اسرار الابرار، طبقۂ اول، ص: ۲۰)

شیخ یحییٰ بن نجاح ادیب بیان کرتے ہیں: میں نے دل میں کہا کہ شیخ عبد القادر کتنے اشعار اپنی مجلس میں پڑھتے ہیں وہ میں شمار کروں گا۔ چناں چہ اسی ارادے سے میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اپنے ساتھ میں نے ایک دھاگہ بھی رکھ لیا۔ جب بھی آپ شعر پڑھتے تو میں دھاگہ کا ایک گانٹھ اپنے کپڑوں میں چھپا کر باندھ لیتا تھا۔ حالاں کہ میں مجلس میں تمام لوگوں سے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن اچانک آپ میری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں: أَنَا أَحُلُّ وَأَنْتَ تَعقدُ؟ (میں گانٹھیں کھول رہا ہوں اور تم گانٹھیں باندھ رہے ہو)۔

(سیر اعلام النبلاء، الشیخ عبد القادر، جلد: ۲۰، ص: ۴۴۸)

علامہ مقدسی (۵۴۱ھ-۶۲۰ھ) لکھتے ہیں: خواہ علم و عمل کا معاملہ ہو، فلسفۂ تصوف کا معاملہ ہو یا پھر اَحکام شرعیہ کا معاملہ ہو، سب کی عقدہ کشائی کے لیے عوام و خواص آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ نیز آپ کے درس بافیض سے وابستگی نے طالبان علوم نبویہ کو آپ کے سوا دیگر جملہ دروس سے بے نیاز کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر اوصاف جمیلہ و احوال عزیزہ کو بطور خاص جمع فرما دیا تھا۔ میں نے آپ کے عہد میں آپ کے جیسا کسی کو نہیں پایا۔ (بہجۃ البہجۃ، باب: ۲، ذکر نسبہ و صفتہ، ص: ۱۲۵)

القصہ! حضرت محبوب سبحانی نے ۵۲۸ھ میں تدریس و افتا کا آغاز فرمایا اور ۵۶۱ھ میں یہ سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ گویا آپ کی تدریس و افتا کا یہ قابل رشک اور لائق تقلید عمل ۳۳/سال تک جاری و ساری رہا۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر وعظہ، ص: ۲۱۸)

مجالس مواعظ اور اُس کے اثرات: حضرت محبوب سبحانی کے وعظ و بیان میں اللہ تعالیٰ نے جادوئی اثر ودیعت فرما رکھا تھا۔ بڑے بڑے خطبا و فصحا آپ کے کلام آتشیں کے آگے سرنگوں نظر آتے تھے۔ آپ کی مجالس وعظ میں گریہ اور آہ و بکا کا عجب سماں بندھتا تھا۔ آپ کے مواعظ سے متاثر ہو کر بے حساب غیر مسلموں نے اِسلام قبول کیا اور لاتعداد عوام الناس کو توبۂ نصوح کی توفیق ملی۔ مجالس میں بالخصوص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر زور ہوتا تھا۔

اس مقام پر ایک بات اِنتہائی عبرت انگیز ہے کہ باوجودیکہ عظیم ترین مشائخ و اساتذہ آپ کے علمی کمالات کے معترف تھے، پھر بھی آپ مواعظ و خطابات کے لیے حوصلہ نہیں کر پاتے تھے۔ ''علماء عاملون'' میں مذکور ہے: شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی نے حضرت محبوب سبحانی سے جب وعظ و خطاب کے لیے کہا تو آپ نے جواب دیا: اے میرے شیخ! میں ایک عجمی ہوں۔ فصحائے بغداد کے سامنے میں کیسے خطاب کروں؟ شیخ ہمدانی

نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس وقت فقہ، اصول فقہ، اختلافی مسائل، نحو و لغت اور تفسیر کے عالم ہو چکے ہو۔ اب عوام الناس کے سامنے خطاب کے لیے اپنے آپ کو تیار کرو۔ لٰہذا کرسی پر بیٹھو اور خطاب کرنا شروع کر دو۔ کیوں کہ میں تمہارے اندر وہ صلاحیت محسوس کر رہا ہوں جو تمھیں بہت جلد ہر دل عزیز بنا دے گی۔

(علماء عاملون، المبحث الاول، شخصیۃ الشیخ عبد القادر، ص: ۳۲)

اِس کے باوجود آپ نے عوام الناس سے خطاب کا آغاز نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ہر چھوٹا/بڑا عمل، اللہ ورسول ﷺ کی طرف سے حکم اور اِشارہ مل جانے کے بعد ہی انجام دیا کرتے تھے۔ لٰہذا جب سرکارِ اَبد قرار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہدایت مل گئی تو وعظ و خطاب کا آغاز فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

۱۶/شوال ۵۲۱ھ بروز منگل ظہر سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: بیٹے! وعظ کیوں نہیں کہتے؟ میں نے عرض کیا: ابا حضور! میں عجمی[1] ہوں، فصحائے بغداد کے سامنے وعظ کیسے کہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اپنا منھ کھولو۔ میں نے اپنا منھ کھول دیا، تو میرے منھ میں سات بار اَپنا لعاب ڈالنے کے بعد فرمایا: لوگوں کے سامنے وعظ کہو اور انھیں اپنے رب کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ سے بلاؤ۔ میں نے ظہر ادا کی اور وعظ کے لیے بیٹھ گیا۔ میرے سامنے حاضرین کی کثیر تعداد تھی۔ مجھ پر ایک کپکپی طاری تھی۔ اسی بیچ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا: اپنا منھ کھولو۔ میں نے اپنا منھ کھول دیا۔ آپ نے میرے منھ میں چھ بار اپنا لعاب ڈالا۔ میں نے دریافت کیا: چھ بار ہی کیوں؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ادب کے باعث، اور آپ او جھل ہو گئے۔ بعدہٗ میں نے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غواص مفکر بحر افکار میں غواصی کر رہا ہے اور علوم و معارف کی موتیاں میرے ساحل صدر پر نکالتا جا رہا ہے، اور میری زبان اُس کی ترجمانی کرتی جا رہی ہے۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ...، ص: ۶۷- قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر، ص: ۲۰۲-۲۰۱)

حضرت محبوب سبحانی کا مواعظاتی اور خطابی سلسلہ بہت ہی کامیاب رہا۔ مجلس در مجلس اور وعظ در وعظ سامعین و حاضرین کی تعداد مسلسل بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ مدرسے کی وسعت کم پڑ گئی اور کثرت اژدہام کے باعث ''باب الحلبہ'' پر مجالس ہونے لگیں۔ مجالس کی مقبولیت اس قدر تھی کہ عوام الناس راتوں کو چراغوں اور مشعلوں کی روشنی میں اپنی جگہ مختص کر لیتے تھے۔ پھر جب ''باب الحلبہ'' بھی تنگ پڑ گیا، تو آپ نے دار الخلافہ

---

[1] حضرت محبوب سبحانی کا حسب و نسب عربی حسنی و حسینی تھا اِس کے باوجود آپ کو عجمی کہا جاتا ہے، تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے بلادِ عجم میں سکونت اختیار فرمائی، پس اُسی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو عجمی کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

بغداد سے باہر عید گاہ کے وسیع صحن کو مجالس وعظ کے لیے منتخب فرمایا۔وہاں عوام الناس گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور اُونٹوں پر سوار ہو کر آتے تھے اور مجلس کے ارد گرد دیوار کی طرح کھڑے رہتے اور وعظ سنتے۔آپ کی مجالس میں تقریباً ۴۰۰/ تبحر علماآپ کے فرمودات قلمبند کرتے تھے۔[1]

حضرت محبوب سبحانی کے کلام میں معجزانہ تاثیر ہوتی تھی۔آپ جب آیات وعید کے معانی ومفاہیم بیان کرتے، تو سامعین وحاضرین کانپ اُٹھتے تھے۔اُن کے چہروں کا رنگ اُڑ جاتا تھا، یہاں تک کہ بعض افراد بے ہوش ہو جاتے تھے۔اِس کے بر خلاف آپ جب رحمت ربانی کا بیان فرماتے تھے تو سامعین وحاضرین کے پژمردہ قلوب واَذہان میں تروتازگی پیدا ہو جاتی تھی۔ بعض اَفراد رَحمت ربانی کے ذکر سے مست وبے خود ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض افراد مواعظ کے دوران ہی اپنی جاں، جاں آفریں کے حوالے کر دیتے تھے۔

ہر مجلس میں غیر مسلم ایمان سے مشرف ہوتے۔ عوام الناس بدکاری وبداعمالی، چوری، ڈکیتی، قتل وغارت اور دیگر جرائم سے توبہ کرتے۔ حکام وسلاطین ، وزراواُمرا، اکابرین مشائخ، عمال وقضاۃ، غرضیکہ ہر شعبے کے سربراہان مجالس میں شریک ہوتے اور آپ ان کو سخت تنبیہ فرماتے تھے۔

شیخ سید عبدالوہاب بن شیخ عبدالقادر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ہفتے میں تین دن خطاب کیا کرتے تھے، جمعہ کی صبح مدرسے میں، منگل کی شام اور اِتوار کی صبح خانقاہ میں۔آپ کی مجالس میں علماوفقہااور صوفیہ ومشائخ وغیرہ حاضر رہتے تھے۔آپ نے ۵۲۱ھ میں مجالس وعظ جاری فرمایا، تواس کا اختتام ۵۶۱ھ میں ہی فرمایا۔ مدت خطاب کل ۴۰/سال ہے۔(بہجۃالاسرار،ذکر وعظ، ص:۲۱۸-علماء عاملون،المبحث الاول، ص:۶۳)

آپ کے مواعظ اور خطابات کی اثرانگیزی کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے مواعظ وخطابات میں جو کچھ بیان فرماتے تھے اسے قرآن وحدیث سے ضرور مدلل ومبرہن کرتے تھے۔ مثلاً:

افسوس ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور اطاعت، غیر اللہ کی کرتے ہو۔ اگر حقیقت میں اللہ کے صادق بندے ہوتے، تو تمہاری دوستی اور تمہاری دشمنی اللہ ہی کے لیے ہوتی۔ حقیقی مسلمان اپنے نفس اور لذات کے پیچھے نہیں بھاگتا۔وہ شیطان کو نہیں پہچانتا کہ اس کی پیروی کرے۔ وہ دنیا کی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اُس کے لیے ذلیل ورسوا ہو، بلکہ وہ دنیا کو ناکارہ اور خفیف سمجھتا ہے اور آخرت کی طلب کرتا ہے۔ پھر جب اُسے آخرت کا حصول ہو جاتا ہے، تو اسے بھی ترک کر دیتا ہے اور اَپنے مولیٰ عزوجل سے جاملتا ہے اور تمام چیزوں سے کنارہ کش ہو کر ہمہ وقت اسی کی عبادت میں مشغول رہتا ہے،اللہ کا ارشاد ہے:

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ(البینہ:۵)(الفتح الربانی،المجلس الاول)

---

[1](بہجۃالاسرار،ذکر وعظ، ص:۲۱۰و۲۱۸)

اِن مجالس مواعظ کے باعث آپ کاایک خاص وصف یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ کی مادری زبان فارسی تھی، لیکن چوں کہ سامعین ومخاطبین عربی زبان جاننے والے تھے اس لیے آپ نے فارسی کے بجائے عربی زبان میں خطابات کیے۔ ان خطابات و مواعظ نے عوام وخواص کے ذہنی انقلاب اور ان کی اصلاح ودرستگی میں بڑانمایاں کردارادا کیا۔ان میں اتباع سنت اوراحکام شریعت کی پابندی کے ساتھ انھیں بدعملی کے جہنم سے نکلنے اور حسن عمل کی جنت میں داخل ہونے کی راہ دکھائی گئی ہے۔

آپ کے خطاب کا طریقہ یہ تھا کہ آپ ہر مجلس میں پہلے تین بار الحمدللہ رب العالمین پڑھتے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے سکوت فرماتے اور پھر وعظ دیناشروع فرماتے، یاحدیث پاک/حکما کے اقوال میں کوئی کلمۂ حکمت جوآپ کو یاد ہوتا پہلے اُسے تبرکاً پڑھتے اور پھر وعظ کاآغاز فرمادیتے۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی، مجلس السادس والعشرون)

اصلاحی ودعوتی طریقہ کار: حضرت محبوب سبحانی جب کسی فرد کی اصلاح کرناچاہتے تو اُس سے فرماتے: اپنے دل کو صالح بنائے رکھو۔ کیوں کہ جب تمہارادل صالح ہو گا، تو تمہارے تمام احوال بھی صالح رہیں گے۔ جیساکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: فی ابن آدم مضغۃ إذا اصلحت صلح لہا سائر جسدہ، وإذا افسدت فسد لہا سائر جسدہ، ألاوہی القلب۔[1] انسان کے جسم میں گوشت کاایک ٹکڑاہے، اگراس میں صلاح پیداہو تو سارا جسم صالح ہو جائے گااور اگراس میں فساد آگیاتو سارا جسم فاسد ہو جائے گا۔آگاہ ہو جاؤ! وہ ٹکڑادل ہے۔ اور وصول الی اللہ کے سلسلے میں اِن سات اُصول کواختیار کرنے کی تاکید و تلقین فرماتے تھے، مثلاً:

۱۔**المجاہدۃ**: تاکہ شہوات ولذات اور نفسانیت کا خاتمہ اور وصول الی اللہ آسان ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (العنکبوت:۶۹)

۲۔**التوکل**: تاکہ تفویض الامور الی اللہ مستحکم اور حسبنااللہ ونعم الوکیل کا تیقن کامل حاصل ہو جائے۔

ارشادِ ربانی ہے: وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ (الطلاق:۳)

۳۔**حسن الخلق**: تاکہ حسن انصاف کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جذبۂ طاعت ربانی سے بہر حال سرشار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (القلم:۴)

۴۔**الشکر**: تاکہ خضوع وخشوع کے طورپر دل وزبان اوراَعضا برابر نعمتِ منعم کے معترف رہیں، ناشکری جیسے قبیح اعمال سے متنفر ہو جائے اور نعمت ربانی میں اضافہ ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (ابراہیم:۷) (اگر تم شکرادا کروگے تو میں اور بھی نعمت عطا کروں گا۔)

---

[1] صحیح البخاری، باب: فضل من استبرألدینہ، حدیث: ۵۲

۵۔**الصبر**:تاکہ شکوہ- شکایت سے بالکلیہ تنزہ حاصل ہو جائے ،مشکلات و مصائب کو مکروہ نہ جانے اور قضائے الٰہی پر قانع رہے۔ارشاد ربانی ہے:یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔(آل عمران:۲۰۰)

۶۔**الرضا**:تاکہ من جانب اللہ قضاو قدر پر اعتراض کرنے سے اجتناب کرےاور اللہ کی قدرت و مشیت پر راضی برضا رہے،ارشاد ربانی ہے:رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔(المائدۃ:۱۱۹)

۷۔**الصدق**:تاکہ ظاہر و باطن یکساں رہے کہ اقوال میں بھی صداقت نظر آئےاور افعال واحوال درست رہے۔ارشادِ ربانی ہے:یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔(التوبہ:۱۱۹)

اِس کے ساتھ آپ بالخصوص اتباع کتاب و سنت، فروغ علم، حصول دین اور عمل بالشریعۃ، دنیا سے بے رغبتی،عدل،رحمت،تواضع،فکر عاقبت،خیر خواہی،مجاہدہ اور توبہ خالص وغیرہ کی ترغیب و تشویق فرماتے تھے۔آپ فرماتے ہیں:دع عنك الشرك بالخلق ووحد الحق عزوجل، هو خالق الاشياء جميعا و بيده الاشياء جميعا،ياطالب الاشياء من غيره ما أنت عاقل، هل شيء ليس هو في خزاين الله عزوجل، قال الله عزوجل۔وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ۔(حجر:۲۱)

اللہ عز و جل کو ایک جانو۔کسی مخلوق کو اُس کے ساتھ شریک کرنا چھوڑ دو۔وہی تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے،اور تمام چیزیں اُسی کے دست قدرت میں ہیں۔اے غیر اللہ سے اشیا طلب کرنے والو! تمھیں کچھ عقل و فہم نہیں ہے۔کیا کوئی ایسی چیز بھی ہے جو اللہ عز و جل کے خزانے میں موجود نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:بے شک تمام اشیا ہمارے خزانے میں موجود ہیں۔(الفتح الربانی،المجلس الاول)

اتباع کتاب و سنت:اِس میں دو رائے نہیں کہ دارین میں صلاح و فلاح کا اصل مدار، اتباع کتاب و سنت ہے۔خواہ وہ عقیدہ کا معاملہ ہو یا شریعت و طریقت کا۔کیوں کہ اتباع کتاب و سنت کے بغیر ایک انسان، دارین میں ہر گز ہر گز کامیابی اور صلاح و فلاح سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

حضرت محبوب سبحانی میں فرماتے ہیں:لافلاح لك حتى تتبع الكتاب والسنة...إذا لم تتبع الكتاب والسنة ولا الشيوخ العارفين بهما فما تفلح أبداً۔کتاب وسنت اور عارفین کتاب وسنت کے اتباع کے بغیر کامیابی کی اُمید ہر گز نہ رکھو۔(الفتح الربانی،المجلس التاسع والثلاثون)

الغنیۃ میں ہے:أساس الخير متابعة النبي ﷺ في قوله وفعله۔(الغنیۃ لطالبی طریق الحق،جلد:۱،۷۹)
تمام خیر کی اساس، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کی متابعت میں ہی ہے۔

فتوح الغیب میں ہے:اتبعوا ولا تبتدعوا،وأطيعوا ولا تمرقوا،ووحدوا ولا تشركوا۔(المقالہ:۲)
کتاب و سنت پر عمل کرو،بدعتی نہ بنو،اللہ ورسول کی اطاعت کرو،نافرمانی نہ کرو،توحید کا عقیدہ رکھو اور

شرک سے دور رہو۔

خلفاوامرا سے مراسم وتعلقات: حضرت محبوب سبحانی نے ۶؍ عباسی خلفا کا زمانہ پایا۔اس طرح آپ نے عباسی خلفا اور حکمرانوں کے تقریباً صد سالہ عہد حکومت کو بڑے قریب سے دیکھا، لیکن آپ کا کمال احتیاط اس درجہ تھا کہ آپ نے کبھی بھی ان درباریوں سے قربت کے طالب نہیں ہوئے۔ بڑی سے بڑی مشکلات کا مقابلہ کرنا گوارا فرمالیا لیکن کسی بھی اعیان سلطنت کی طرف کبھی ملتجی نگاہوں سے نہیں دیکھا، جب کہ اراکین مملکت اس فراق میں رہتے تھے کہ کب آپ کا اشارہ پائیں اور آپ کی قدموں میں بچھ جائیں۔ مگر جو يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ[1] کی راہ کا مسافر ہو، جو آشنائے رمز حقیقی ہو، جو قائم بالذات اور دائم بالذات کی عبدیت وغلامی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہو، وہ بھلا دنیوی رتبہ اور آسائش سلطنت کا پھندہ اپنے گلے میں کیوں ڈالے گا۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ دائمی طور پر اعیان وانصارِ مملکت سے دوری اختیار کیے رہے اور ان کے بالمقابل ضعفا اور فقرا ومساکین سے قربت کو ترجیح دی۔ ایک طرف آپ کی ہیبت وجلالت اور اَسد اللّٰہی شخصیت کے آگے خلفائے عصر بھی اپنے اندر گفت وشنید کی مجال مجتمع نہیں کر پاتے تھے تو دوسری طرف آپ کی شانِ کریمی اور شانِ لطیفی کا حال یہ تھا کہ آپ چھوٹے۔چھوٹے بچے اور بچیوں کی اِلتماس پر اُن کے پاس ٹھہر جاتے۔ کمال متانت سے ان کی باتیں سماعت فرماتے۔ ضعفا اور فقرا کے ساتھ بخوشی مجالست فرماتے۔ مزید آپ عظیم ترین صاحبان اقتدار، اور اعیان وامرا کے استقبال وتعظیم کے لیے کبھی کھڑے نہ ہوتے تھے۔ جب کبھی کسی خلیفہ کی آمد ہوتی تو آپ بالقصد گھر کے اندر چلے جاتے۔ پھر جب خلیفہ بیٹھ جاتا، تو آپ باہر تشریف لاتے تاکہ خلیفہ کی تعظیم میں کھڑا نہ ہونا پڑے۔آپ کبھی بھی امیر/حاکم کے گھر تشریف نہیں لے گئے اور نہ ہی ان کے ساتھ مجالست پسند فرمائی۔(الطبقات الکبریٰ، جلد: ۱، ص: ۱۸۳- بہجۃ الاسرار، ذکر طریقہ، ص: ۱۹۹)

علماومشائخ اور سلاطین وخلفا کی اصلاح: جب علماومشائخ اور ارباب اقتدار، امراوسلاطین حرص وہوس کا شکار ہوتے ہیں تو معاشرے میں بے شمار خرابیاں آجاتی ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی کے زمانے میں بھی بعض امراوسلاطین موجود تھے جن کے ظلم وستم سے عوام پریشان تھے، مگر ان ظالم حکمرانوں سے مرعوب ہوئے بغیر آپ نے انھیں ظلم وستم سے روکا اور ان کی اصلاح فرمائی۔ خلفا، وزرا، سلاطین، قاضی اور عوام وخواص سب کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے۔ سر عام، بلکہ بر سر منبر آپ انھیں ٹوک دیتے اور بلاخوف لومۃ لائم ہر ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے۔(قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر، ص: ۱۹۴)

علماومشائخ کی تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لايجوز لشيخ أن يجلس على سجادة النهاية ويتقلد بسيف العناية حتى يكمل فيه اثنتا عشرة خصلة: خصلتان من الله تعالىٰ، وخلصتان من النبي ﷺ،

---

[1] المائدۃ: ۵۴

وخصلتان من أبی بکر رضی الله عنه، وخلصتان من عمر رضی الله عنه، و خصلتان من عثمان رضی الله عنه، وخصلتان من علی رضی الله عنه۔ فأما اللتان من الله تعالیٰ یکون ستارا غفارا، و أما اللتان من النبیﷺ یکون شفیعا رفیقا، وأما اللتان من أبی بکر رضی الله عنه یکون صادقا ومتصدقا، وأما اللتان من عمر رضی الله عنه یکون أمّارا نهّاء، وإثنتان من صفات عثمان ابن عفان رضی الله عنه وهما أن یکون طعاما للطعام مصلیاً بالليل والناس نیام، وأما اللتان من علی رضی الله عنه یکون عالماً شجاعا۔ (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص: ۲۰۳)

کسی بھی شیخ کے لیے جائز نہیں کہ وہ سجادۂ عرفان پر بیٹھے اور سیف عظمت کو اٹھائے، جب تک اس کے اندر ۱۲ اوصاف پائے نہیں جاتے۔ ان میں سے دو اللہ کے اوصاف ہیں اور دو پیغمبر علیہ السلام کے ہیں۔ دو حضرت ابو بکر کے ہیں، دو حضرت عمر کے ہیں، دو حضرت عثمان کے ہیں اور دو حضرت علی کے ہیں۔ اللہ کے دو اصاف ہیں: پردہ پوشی اور معافی۔ رسول اللہ ﷺ کے دو اوصاف ہیں: شفاعت اور رفاقت، حضرت ابو بکر کے دو اوصاف ہیں: صدقہ اور صداقت، حضرت عمر کے دو اوصاف ہیں: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، حضرت عثمان کے دو اوصاف ہیں: محتاجوں کو کھانا کھلانا اور رات کو جب سب سو رہے ہوں تو اس وقت عبادت کرنا ہے اور حضرت علی کے دو اوصاف ہیں: علم اور شجاعت۔

شیخ ابوالعباس خضر حسین موصلی بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم اپنے شیخ، حضرت محبوب سبحانی کے مدرسے میں موجود تھے۔ خلیفہ مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اُس نے آپ کو سلام کیا اور پند و نصیحت کے لیے عریضہ پیش کیا، اور آپ کے سامنے مال سے مملو دس تھیلیاں پیش کیں جن کو دس غلاموں نے اُٹھا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: مجھے اِس مال کی حاجت نہیں اور قبول کرنے سے منع فرمادیا۔ خلیفہ نے بڑی عاجزی کے ساتھ اپنی خواہش آپ کے سامنے رکھی، تو آپ نے ایک تھیلی اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑی اور دوسری بائیں ہاتھ میں، اور اُن دونوں تھیلیوں کو ہاتھ سے سے نچوڑ دیا۔ دونوں تھیلیوں سے خون جاری ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابوالمظفر! کیا تم اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں کرتے؟ لوگوں کا خون چوستے ہو اور اُسے مجھے پیش کرتے ہو۔''

یہ سننے کے بعد خلیفہ ابوالمظفر کی عقل ہی گم ہوگئی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا: ''واللہ! اگر رسول اللہ ﷺ سے رشتے کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہارے گھر تک خون کو بہتا ہوا چھوڑ دیتا۔''

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ...، ص: ۱۴۳- قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص: ۲۲۸)

منقول ہے کہ خلیفہ ابوالمظفر ایک دن آپ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ میں آپ کی کوئی

کرامت دیکھنا چاہتا ہوں، تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں غیب سے سیب چاہتا ہوں۔ حالاں کہ اس وقت سیب کا موسم نہ تھا۔ آپ نے ہوا میں ہاتھ بڑھایا تو دو سیب آپ کے ہاتھ میں تھے۔ آپ نے ایک سیب خلیفہ کو دے دیا اور ایک سیب اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ پھر آپ نے اپنا سیب کاٹا تو وہ نہایت خوشبودار تھا اور اس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ لیکن جب خلیفہ نے اپنے ہاتھ میں رکھے سیب کو کاٹا تو اس میں کیڑے لگے ہوئے تھے۔

خلیفہ ابوالمظفر نے عرض کیا: یہ کیا بات ہوئی کہ آپ کے ہاتھ میں تو عمدہ قسم کا سیب ہے اور میرا خراب؟ آپ نے فرمایا: اے ابوالمظفر! تمہارے سیب کو ظلم کے ہاتھ لگے، تو اس میں کیڑے نکل آئے۔

(بہجۃ الاسرار و، ذکر فصول من کلامہ...، ص: ۱۴۴)

عباسی خلیفہ المقتفی لامر اللہ نے جب ابوالوفا یحییٰ بن سعید مظفر معروف بہ ابن مزاحم کو قاضی مقرر کیا، تو آپ نے خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے بر سر منبر فرمایا: ''تم نے ایک ظالم ترین شخص کو قاضی مقرر کر دیا ہے، قیامت میں رب العالمین اور ارحم الراحمین کو کیا جواب دوگے؟''

آپ کی بات سن کر عباسی خلیفہ کانپ اُٹھا اور رُونے لگا اور اس نے اسی وقت ابوالوفا کو قاضی کے عہدے سے معزول کر دیا۔ (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر، ص: ۱۹۲)

بسا اوقات خلیفۂ وقت کے نام اگر خط لکھنے کی نوبت آجاتی، تو آپ اپنے خط کے اندر اُسے اِس انداز میں مخاطب کرتے: عبد القادر تمھیں یہ حکم دیتا ہے، اس کا حکم تم پر جاری اور اُس کی اطاعت تم پر واجب ہے، وہ تیرا مقتدا اور تجھ پر حجت ہے۔ خلیفہ کو خط ملتا تو وہ کھڑا ہو جاتا، خط کو بوسہ دیتا اور کہتا:

''شیخ عبد القادر نے بالکل سچ فرمایا ہے۔'' (بہجۃ الاسرار و معدن الاسرار، ذکر طریقہ، ص: ۱۹۹)

القصہ! حضرت محبوب سبحانی کے دور میں سیاسی و معاشرتی حالات نہایت خراب تھے۔ دینی و اَخلاقی حالات بھی کافی خستہ ہو چکے تھے۔ عوام کا ذکر کیا، علما تک جاہ پرستی اور دنیا طلبی و عیش کوشی کا شکار تھے۔ ایسے نازک دور میں آپ نے مذہبی، اخلاقی، سماجی اور سیاسی بُرائیوں کا خاتمہ کیا۔ باطل کے عقیدوں کی تابوت کو اپنے روحانی فکری شراروں سے بھسم کر ڈالا اور علما و مشائخ کے ساتھ عوام الناس کی بھی حفاظت فرمائی اور ایک طرف اُن کے ظاہر و باطن کی اصلاح کی تو دوسری طرف وعظ و نصیحت اور تصنیف و تالیف سے تزکیہ و تطہیر کا کام لیا۔

تلامذہ اور مریدین و خلفا

اِس میں دو رائے نہیں کہ حضرت محبوب سبحانی نے باضابطہ طور پر درس و تدریس، مواعظ اور سلسلۂ

طریقت کے فروغ میں اہم خدمات انجام دی ہیں، تولا محالہ آپ کے تلامذہ اور مریدین وخلفا بھی ہوں گے، لیکن دشوار گزار امر یہ ہے کہ آپ کے تلامذہ اور مریدین وخلفا کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنا بڑا مشکل ہے۔ پھر بھی حتی الوسع کوشش کریں گے کہ تلامذہ اور مریدین وخلفا کو جدا جدا دو حصوں میں پیش کر سکیں، حصہ اول تلامذہ پر مشتمل ہوگا اور حصہ دوم مریدین وخلفا پر۔

تلامذہ: حضرت محبوب سبحانی اپنے عہد کے اعلی معلم ومدرس تھے اور طالبان علوم نبویہ بکثرت آپ کی درسگاہ میں حاضر ہوا کرتے تھے بنابریں حتمی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہے، جن میں سے بعض تو اطراف بغداد میں رہ گئے اور بعض بلادِ اسلامیہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ ابن العماد کے بقول: آپ کے اکثر وبیشتر تلامذہ اپنے زمانے کے معروف وممتاز فقہا میں شمار ہوتے تھے۔

(شذرات الذہب، جلد:۴، ص:۱۹۸، مکتبہ شاملہ)

آپ کے فرزندان کے ساتھ درج ذیل اشخاص آپ کے مشہور ومعروف تلامذہ میں شامل ہیں، مثلاً: شیخ ابو علی حسن بن مسلم قادسی (متوفی: ۵۹۴ھ)، علامہ سمعانی بن محمد شافعی (۵۶۲-۵۰۶ھ)، حافظ عبد الغنی بن عبد الواحد مقدسی (۵۴۱/۶۰۰-۵۴۴/۶۰۱ھ)، شیخ موفق الدین بن قدامہ (۶۲۰-۵۴۱ھ) (علامہ مقدسی اور علامہ ابن قدامہ نے آپ سے ۵۶۱ھ/۱۱۷۰ء میں خرقہ بھی پہنا تھا)[1]، شیخ عبد اللہ بن ابی الحسن بن ابی الفرج جبائی طرابلسی (۶۰۵-۵۴۰ھ)، یہ نصرانی تھے، گیارہ سال کی عمر میں ایمان لائے۔ ۵۵۴ھ میں بغداد پہنچے اور آپ کی صحبت پائی۔ پھر اصفہان چلے گئے۔[2] شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود بزاز (متوفی: ۶۰۸ھ)، شیخ ابو الثناء محمود بن عثمان بن مکارم حنبلی (۶۰۹ھ)[3]، شیخ علی ابن ادریس، علامہ بن عمر علی قرشی، شیخ احمد بن مطیع باجسرائی وغیرہ۔

مریدین وخلفا: حضرت محبوب سبحانی کے مریدین وخلفا کے سلسلے میں باضابطہ طور پر تحریریں کہیں نہیں ملتیں اور نہ ہی آپ کے سوانح نگاروں نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ اَلبتہ! ضمناً ذکر ضرور ملتا ہے کہ بڑی تعداد میں علما ومشائخ، عوام الناس، اعیان مملکت وغیرہ آپ کے دست حق پر تائب ہوئے اور آپ سے بیعت کی اور خرقہ پہنا۔ بہت سے علما ومشائخ تو آپ کی خدمت میں بالقصد خرقہ کے لیے آتے تھے۔ ایک قول کے مطابق: یمن کے جمہور مشائخ نے آپ سے خرقہ پہنا ہے، جن میں سے بعض نے آپ کے دست خاص سے خرقہ پہنا اور اکثر

---

(1) مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، جلد:۲۱، ص:۱۰۸

(2) بہجۃ البہجۃ، الباب الثانی، رابعا، ص:۸۸-۸۹

(3) حوالہ سابق، ص:۹۰-۹۲

نے آپ کے مرسلہ قاصدین کے ذریعے خرقہ حاصل کیا[1] اور یوں سلسلۂ قادریہ کی عام اِشاعت و فروغ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔

آپ کے چند مریدین و خلفا کا ذکر حسب ذیل ہے، مثلاً: شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۳۹-۶۳۲ھ) شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن حداد یمنی (اِنھوں نے ہی جمہور مشائخ یمن کو آپ کی طرف مدعو کیا)، شیخ ابو عبداللہ محمد بن بطائح (ان کے توسط سے شام کے مشائخ نے خرقۂ قادریہ حاصل کیا)، شیخ بدیع الدین ابوالقاسم شارعی (اِن کے باعث اَعیان مصر کو خرقۂ قادریہ پہننے کا سنہرا موقع ملا)، شیخ محمد الاوانی ابن القاید، شیخ ابوالسعود بن الشبل احمد عطار حریمی (ت:۵۸۰ھ)، شیخ ابن عربی کے بقول: شیخ ابوالسعود اَپنے شیخ کے قائم مقام تھے۔[2] شیخ محمد عبداللطیف بن ابی طاہر احمد بغدادی حنبلی (۵۷۱ھ)، شیخ ابوالحسن علی ابراہیم بن نجا بن غنائم انصاری دمشقی حنبلی (ت:۵۹۹ھ)، (ابن نجیہ سے مشہور و متعارف تھے)۔ (حوالہ سابق، ص:۸۴)

حضرت محبوب سبحانی کے زمانے میں تصوف کا حلقہ کافی وسیع ہو چکا تھا اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اولادِ عرب اور اعیان عرب نے بھی آپ کی صحبت بابرکت سے فیض اُٹھایا ہے۔ اِس ضمن میں یہ مشائخ قابل ذکر ہیں، مثلاً: اوتاد مصر شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق قرشی (۵۶۴ھ) (اولاد عرب سے شیخ نصر بن منصور بن حسن نمیری (متوفی:۵۸۸ھ)، شیخ شعیب بن حسین اندلسی (ت:۵۹۰ھ)، اعیان عرب سے شیخ کبیر ابومدین شعیب مغربی (۵۲۰-۵۹۰ھ) علامہ ذہبی کے بقول: شیخ ابومدین، اپنے عہد کے عظیم صوفی و عارف اور اَہل مغرب کے شیخ تھے۔ نفحات الانس کے بموجب: شیخ الشیوخ محی الدین ابن عربی کے مشائخ میں سے تھے۔ تلمسانی کے بموجب: ہزاروں اولیا کے مرشد اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔

(محجۃ البحجۃ، الباب الثانی، رابعاً، ص:۸۱-۸۲)

علاوہ ازیں حضرت محبوب سبحانی کے بے حساب خلفا و مریدین ہیں جو اپنے عہد کے عالی المرتبت علما و مشائخ میں تھے۔ یہاں ان سب کا ذکر ایک امر دشوار ہے۔ مزید تفصیل کے لیے کتب سیر و تواریخ کا مطالعہ کریں۔

تالیفات و تصنیفات: حضرت محبوب سبحانی بالیقین صاحب ارشاد بزرگ، علما و فقہا ساز معلم اور سحر اَنگیز واعظ و مبلغ تھے۔ لیکن چوں کہ آپ کی طرف متعدد تصانیف بھی منسوب ہیں اس لیے آپ کا شمار صاحب طرز مصنفین کی صف میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ آپ صاحب تصنیف و تالیف ہیں۔ آپ کی طرف منسوب تصانیف

---

(1) حوالہ سابق، ص:۷۳

(2) محجۃ البحجۃ، الباب الثانی، رابعاً، ص:۷۹-۸۰

وتالیفات کے اسما یہ ہیں: ا۔ فتوح الغیب، ۲۔ الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ۳۔ الغنیۃ لطالبی طریق الحق۔

مزید صاحب معجم المؤلفین نے درج ذیل کتابوں کو بھی آپ کی تصنیفات میں شمار کیا ہے:

۴۔ جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر، ۵۔ سر الاسرار ومظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، ۶۔ اوراد الجیلانی، ۷۔ اغاثۃ العارفین وغایۃ منی الواصلین، ۸۔ دعاء اوراد الفتحیہ، ۹۔ دعاء البسملہ، ۱۰۔ الحزب الکبیر، ۱۱۔ کتاب فی الفقہ والتصوف، ۱۲۔ اورادالایام والاوقات، ۱۳۔ رسالۃ فی الاسماء العظیمۃ الی طریق اللہ۔

(معجم المولفین، جلد: ۲، باب العین، ص: ۲۰۰)

مزید مندرجہ ذیل کتابیں بھی آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، مثلاً:

۱۴۔ الاوراد القادریہ، ۱۵۔ صلوات منسوبۃ للقطب الکبیر الشیخ عبدالقادر الجیلانی، ۱۶۔ السفینۃ القادریۃ، ۱۷۔ دیوان عبدالقادر الجیلانی، ۱۸۔ تفسیر الجیلانی وغیرہ۔

بعض کتابوں کا مختصر تعارف پیش ہے:

ا۔ فتوح الغیب: فتوح الغیب مواعظ وخطبات کا نادر مجموعہ ہے۔ اس کی ترتیب کا فریضہ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق نے انجام دیا ہے۔ یہ مجموعہ ۷۸ مواعظ کا ایک خوب صورت گلدستہ ہے۔ جس میں توکل، خوف، امید، رضا، دوستی اور دشمنی کا معیار، احوال نفس وغیرہ کا بیان ہے۔ یہ کتاب آداب السلوک کے نام سے بھی شائع ہوئی ہے۔

۲۔ الفتح الربانی والفیض الرحمانی: یہ مجموعہ ۶۲ متعدد مجالس مواعظ پر مشتمل ہے۔ اِس کے جامع آپ کے نواسے سید عفیف الدین بن مبارک ہیں۔ بقول ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ): ''الفتح الربانی'' انتہائی بابرکت اور تمام خوبیوں سے مرصع کتاب ہے۔ اس میں شامل مجالس بحیثیت انسان بھی ذمہ داری کا احساس دلاتی ہیں اور بحیثیت مومن بھی۔ مثلاً: اللہ سبحانہ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے، دروغ گوئی سے پرہیز کرنا چاہیے، ہر عمل میں مخلص ہونا چاہیے، اطاعت رسول کرنا چاہیے، سائل کے ساتھ عطا وبخشش کا معاملہ رکھنا چاہیے، بیان توحید وغیرہ۔

۳۔ الغنیۃ لطالبی طریق الحق: اِس کا نام ''الغنیۃ لطالبی طریق الحق'' بذات خود آپ نے رکھا تھا۔ لیکن ''غنیہ الطالبین'' سے زیادہ متعارف ہے۔ بعض محققین نے ''غنیہ'' کو آپ کی تالیف تسلیم کرنے میں تردد کیا ہے۔ لیکن حتمی طور پر کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ غنیہ آپ کی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب سے آپ کے افکار وخیالات کے سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

۴۔ جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر: خالد زرعی اور عبدالناصر نے اِس کتاب کی ترتیب وتدوین کی ہے۔ اس

میں وہ مجالس شامل ہیں جو ہر جمعہ واتوار کی صبح اور منگل کی شام منعقد ہوتی تھیں۔ان مجالس میں بالخصوص نفسانی آفتوں سے اور خالق و مخلوق کے درمیان کیا رشتے ہیں ان کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔

۵۔ **سر الاسرار و مظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار**: اِس کے مرتب و محقق خالد محمد عدنان اور محمد غسّان نصوح ہیں۔اس میں اصول تصوف، طریق تصوف، وصول الی المعرفت، معرفۃ الحق اور محو و فنا کے مضامین وغیرہ شامل ہیں۔

٦۔ **رسالۃ فی الاسماء العظیمۃ الی طریق اللہ**: محمد غسّان نصوح نے اسے اپنی تحقیق سے شائع کیا ہے۔اس کتاب میں اصول الی الحق اور صراط مستقیم کا بیان ہے۔ نیز آداب خلوت اور اس کے ثمرات پر گفتگو کی گئی ہے۔

۸۔ الاوراد القادریۃ: یہ مختلف النوع اوراد و وظائف کا مجموعہ ہے جسے محمد سالم بواب نے ترتیب دی ہے۔اِس میں مذکور اَوراد و وظائف اِختیار کرنے سے قلب ذکر کے نور سے منور ہوتا ہے، روح میں تازگی آتی ہے اور شقاوت قلبی دور ہوتی ہے۔ بعض محققین اسے آپ کی تصنیف قرار دینے میں متردد ہیں۔

۹۔ **صلوات منسوبۃ للقطب الکبیر الشیخ عبد القادر الجیلانی**: یہ ایک کتابچہ ہے اور مختلف النوع درود و سلام پر مشتمل ہے۔اس کی زیادہ تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔

۱۱۔ دیوان عبد القادر الجیلانی: ڈاکٹر یوسف زیدان نے اِس دیوان کی ترتیب وتدوین کی ہے۔ مرتب نے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ آپ کے متفرق اور منتشر کلام کو یکجا کیا ہے۔اِس میں دو طرح کے کلام پائے جاتے ہیں: ایک وہ متصوفانہ کلام جو عوام الناس کے فہم و فراست کے عین مطابق ہے اور ایک وہ کلام جو مشکل الفہم ہے، کیوں کہ اس طرح کے کلام میں اشارات و کنایات اور تلمیحات پائے جاتے ہیں۔ چناں چہ اس طرح کے کلام کو امام یافعی نے ''کلام غامض'' سے تعبیر کیا ہے۔

متذکرہ بالا تمام تصنیفات وتالیفات شائع ہو چکی ہیں۔مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو:

معجم المؤلفین: ۵؍۳۰۷، دائرۃ المعارف اُردو: ۱۱؍۹۳۲، ہدیۃ العارفین: ۱؍۵۹٦، کشف الظنون بترتیب اسماء الکتب وغیرہ۔

باب سوم: شخصیت کے چند نمایاں پہلو

اوصاف و کمالات: حضرت محبوب سبحانی نہ صرف ولایت عظمیٰ پر فائز تھے بلکہ نبی کریم ﷺ کے مکمل مظہر و عکس جمیل تھے۔ بحیثیت مومن اور بحیثیت انسان جتنے بھی اوصاف و کمالات ہو سکتے ہیں، تقریباً وہ تمام آپ کی ذات ستودہ صفات میں حق عزوجل نے جمع فرما دی تھیں، مثلاً: آپ انتہائی بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے کلام کی تیزی اور آواز کی بلندی، سامنے والوں پر ایک ہیبت طاری کر دیتی تھی۔ بعض

علماومشائخ بیان کرتے ہیں کہ آپ بڑے خندہ رو، کریم الاخلاق، وسیع القلب، مہربان وشفیق، ہم نشینوں کی عزت وتوقیر کرنے والے، مغمومین کے غم دور کرنے والے اور انتہائی فصیح وبلیغ زبان کے مالک تھے۔ بعض مقامات پر یہ اوصاف بیان کیے گئے کہ آپ بکثرت رونے والے اور اللہ سبحانہ سے بہت زیادہ خوف رکھنے والے تھے۔آپ کی ہر دعا شرف قبولیت سے مشرف ہوتی تھی۔ بدگوئی اور غیبت سے بہت دور بھاگتے تھے۔ حق سے حددرجہ قریب تھے۔ شریعت کے خلاف جانے والوں کے لیے سخت تھے، لیکن اپنی ذات کے لیے کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے۔ کسی بھی سائل کو رَد نہیں کرتے تھے۔ صداقت آپ کا وظیفہ تھااور فتوحات آپ کا سرمایہ۔ حلم وبردباری آپ کا کمال تھااور صبر وضبط آپ کا خاصہ۔ ذکر رَبانی آپ کا وزیر تھااور غور وفکر آپ کا مونس وہمدرد۔ مکاشفہ آپ کی غذا تھی اور مشاہدہ آپ کا جوہر۔آداب شریعت آپ کا ظاہر تھااور اَوصاف حقیقت آپ کا باطن۔(بہجۃالاسرار، ذکر شیئ من شرائف اخلاقہ، ص:۲۳۹)

قول وفعل میں حسن اتحاد: حضرت محبوب سبحانی کا ایک خاص اور اہم وصف یہ بھی تھا کہ آپ اپنے مواعظ وخطبات میں جن باتوں کی ترغیب وتشویق دلاتے تھے اس پر بذات خود عمل فرماتے تھے۔آپ کی حیات بلاشبہ قول وفعل میں حسن اتحاد سے عبارت تھی۔ شیخ احمد بن صالح جیلی بیان کرتے ہیں:

میں سیدنا شیخ عبدالقادر کے ساتھ مدرسہ نظامیہ میں تھا۔ مجلس وعظ قائم تھی۔ مشائخ وفقہا جمع تھے۔ آپ قضا وقدر کے موضوع پر وعظ فرمارہے تھے۔ دفعتاً چھت سے ایک بڑا سا اژدھا گرا۔آپ کے علاوہ تمام حاضرینِ مجلس خوف کے باعث بھاگ کھڑے ہوئے۔اژدھاآپ کے لباس کے اندر گھس گیااور آپ کے جسم پر رینگنا شروع کردیا۔ پھر وہ گلے سے ہوتا ہوا آپ کی گردن میں لپٹ گیا۔اِس کے باوجود آپ نے نہ تو گفتگو بند فرمائی اور نہ ہی اپنے بیٹھنے کی پوزیشن بدلی۔ بعدہٗ اژدھا نیچے اُترآیااور آپ کے سامنے اپنی دم پر کھڑا ہوگیا۔آپ نے اژدھے سے کلام فرمایاجو ہماری فہم وفراست سے بالا تھا، پھر وہ اژدھا چلا گیا۔ حاضرین واپس آگئے اور آپ سے دریافت کرنے لگے کہ آپ دونوں کے مابین کیا گفتگو ہوئی؟آپ نے فرمایا کہ اُس نے مجھ سے کہا: میں نے بہت سے اولیا کا امتحان لیا، مگر آپ کی شان کہیں نظر نہ آئی۔ میں نے کہا: تم مجھ پر اس وقت گرے جب میں قضا وقدر پر گفتگو کررہا تھااور تم محض ایک کیڑے ہو جس کی حرکت وسکون قضا وقدر کے ہاتھ میں ہے۔اس لیے میں نے کوشش کی کہ میرا عمل میرے قول کے مخالف نہ ہوجائے۔

(قلائدالجواہر، ص:۲۳۴- بہجۃالاسرار، ذکر طریقہ، ۲۰۰-۲۰۱)

انتباہ: موجودہ علما وفقہا اور خطبا کے لیے اِس میں ایک عظیم سبق مضمر ہے کہ ”اول خویش بعد

درویش''، پر عمل کریں۔ ایسا نہ ہو کہ دوسروں کو تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اخلاقیات و تصوف کی ترغیب و تشویق کریں اور خود جانتے بوجھتے خلافِ شریعت و طریقت عمل کریں۔ جب کہ اِس معاملے میں ذرّہ برابر تغافل و تساہل روا نہیں۔

تصرفات واختیارات: حضرت محبوب سبحانی، طریقت کے سلطان تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے بقول: آپ کو کمال تصرف اور دائمی خرق افعال سے مشرف فرمایا گیا تھا۔[1] امام یافعی کے بقول: آپ کی کرامات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور تمام مخلوقات اس سے واقف ہیں۔ نیز آپ کے خوارق کی طرح قدرت و کمال آفاق میں کسی کو بھی نہیں بخشا یا گیا۔ (نفحات الانس، تذکرہ شیخ محی الدین عبدالقادر، ص: ۳۲۲)

شیخ ابوالحسن علی قرشی بیان کرتے ہیں کہ میں چار ایسے مشائخ کے بارے میں جانتا ہوں جو زندوں کی طرح قبر میں بھی تصرف فرماتے تھے، مثلاً: شیخ عبدالقادر، شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیا بن قیس حرانی قدست اسرارہم۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ...، ص: ۱۴۷)

شیخ الصوفیہ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی فرماتے ہیں: میں اوائل عمر میں فقہ پڑھنا چاہتا تھا، پھر میرے دل میں خطرہ گزرا کہ میں کچھ علم الکلام بھی پڑھوں۔ لہٰذا کسی کو بتائے بغیر میں نے علم الکلام کا عزم کر لیا۔ میں نے اپنے چچا ابو نجیب کی معیت میں نماز ادا کی، اتنے میں سلام کرتے ہوئے شیخ عبدالقادر وہاں تشریف لے آئے۔ میرے چچا نے آپ سے میرے حق میں دعا کی درخواست کی اور آپ کے سامنے یہ بھی ذکر کیا کہ میں حصول فقہ میں مشغول ہوں۔ اس کے بعد میں کھڑا ہوا اور آپ کی دست بوسی کی، تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: جس علم میں مشغول ہونے کا ارادہ ہے اُس سے توبہ کر لو، تم فلاح پا جاؤ گے۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ لیکن علم الکلام سے میرا عزم نہیں ہٹا۔ اس کے بعد میرے تمام احوال اُلجھ گئے اور میرے باطن میں تکدر و حیرانی کی ایک کیفیت پیدا ہو گئی۔ چناں چہ میں نے جان لیا کہ یہ سب آپ کی بات نہ ماننے کا اثر ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد: ۲۰، ص: ۴۴۸، مکتبہ شاملہ)

ایک دن اطراف بغداد طفسونج کے شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن طفسونجی نے بر سر ممبر کہا: میں تمام اولیا پر اسی طرح فائق ہوں جس طرح سارس اپنی طویل گردن کے باعث تمام پرندوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ جب یہ خبر طفسونج سے قریب موضع ''جنت'' پہنچی تو حضرت محبوب سبحانی کے ایک معتقد و مرید نے اپنی سخت ناگواری کا اظہار کیا۔ وہ شیخ طفسونجی کی مجلس میں پہنچے اور مقابلہ آرائی پر اُتر آئے۔ اس کے احوال سے شیخ طفسونجی کافی متأثر ہوئے۔ دریافت کیا: تمہارا شیخ کون ہے؟ انھوں نے کہا: شیخ عبدالقادر! شیخ طفسونجی نے آپ سے لاعلمی کا

---

[1] بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ...، ص: ۸۳

اظہار کیااور سلام کے ساتھ اپنے پیغامبر کو بغداد کہلا بھیجا کہ ''میں چالیس سال سے قدرت کے باب درکات پر متمکن ہوں، لیکن آپ کو اندر- باہر کہیں نہیں دیکھا۔''ادھر آپ نے بھی سلام کے ساتھ اپنے ایک پیغامبر کو شیخ طفسونجی کے پاس کہلا بھیجا کہ ''تم نچلے درجے میں ہو،اور نچلے درجوں میں رہنے والا حضوری میں رہنے والے کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟اُس کی علامت یہ ہے کہ میں نے فلاں وقت بارہ (ہزار) اَولیاءاللہ کے سامنے تمھیں خلعت ولایت پہنایا تھا،اور تمہارے خلعت ولایت کا رنگ سبز تھا۔''اتنا سننا تھا کہ شیخ عبدالرحمن طفسونجی فوراً بول اٹھے:''شیخ عبدالقادر نے سچ فرمایا۔آپ سلطان وقت اور صاحب تصرف ہیں۔''

(نفحات الانس،تذکرہ: شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن، ص:۵۹۶-۵۹۴-بہجۃالاسرار،ذکر فصول من کلامہ...،ص:۷۰-۷۱)

شیخ ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری بیان کرتے ہیں: میں ایک دن شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں حاضر ہوا۔ میں اِس سے پہلے کبھی حاضر نہیں ہوا تھااور نہ ہی کبھی آپ کا کوئی کلام سنا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ اُس کی مجلس میں حاضر ہو کر اس عجمی کا کلام سنوں؟جب میں مدرسے میں داخل ہوا،تو دیکھا کہ آپ کلام کر رہے ہیں۔میرے پہنچتے ہی آپ نے اپنا کلام موقوف کر دیااور فرمایا:''اے آنکھوں اور دل کے اندھے! تواِس عجمی کے کلام کو کیا سنے گا؟''مجھ سے نہ رہا گیا، یہاں تک کہ میں آپ کے منبر کے قریب پہنچ گیا، پھر میں نے اپنا سر کھولااور میں عرض گزار ہوا:''حضور! مجھے خرقہ پہنائیں۔''

آپ نے مجھے خرقہ پہنایااور فرمایا: اے عبداللہ! اگر اللہ سبحانہ نے مجھے تمہارے اَنجام کی خبر نہ دی ہوتی تو تم ہلاک ہو جاتے۔(بہجۃالاسرار،ذکر علمہ وتسمیہ بعض شیوخہ،ص:۲۵۱)

اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی کا یہ فرمان ذہن میں رہنا چاہیے۔آپ فرماتے ہیں:

اے لوگو! اگر میری زبان پر شریعت مطہرہ کا لگام نہیں پڑا ہوتا تو میں تمھیں بتادیتا کہ تم اپنے گھروں میں کیا کھاتے ہو اور کیا جمع کرتے ہو۔ تم لوگ میرے سامنے شیشے کی مانند ہو، جس میں تمہارے ظاہر اور باطن دونوں نظر آتے ہیں(تمہارے اندر موجود ہر اَچھائی اور بُرائی سے میں واقف ہوں)۔

(بہجۃالاسرار،ذکر کلمات اخبر بہا عن نفسہ...،ص:۶۳-۶۴)

امام ابو محمد خشاب نحوی بیان کرتے ہیں: میں جوان تھااور نحو پڑھاتا تھااور لوگوں سے شیخ عبدالقادر کی تعریفیں سنتا تھا کہ آپ بڑی اچھی گفتگو فرماتے ہیں۔میری بھی تمنا تھی کہ میں آپ کی گفتگو سنوں لیکن میرے پاس وقت کی قلت تھی اور آپ کی مجلس میں حاضر نہیں ہو پاتا تھا۔ پھر اتفاق سے ایک دن میں آپ کی مجلس میں حاضر ہو گیا۔جب آپ نے گفتگو فرمائی تو آپ کی گفتگو مجھے پسند نہیں آئی اور آپ کی گفتگو میرے پلے نہ پڑی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: آج میرا وقت وقت ضائع ہو گیا کہ اچانک آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور

فرمایا: ''افسوس! تم جس ذکر پر علم نحو کو فضیلت دیتے ہو اور اسے پسند کرتے ہو؟ سنو! ہماری صحبت اختیار کرو ہم تمھیں سیبویہ بنا دیں گے۔'' (سیر اعلام النبلاء، الشیخ عبد القادر، جلد: ۲۰، ص: ۴۴۹)

خوف آخرت: حضرت محبوب سبحانی کے خلیفہ شیخ سہاب الدین سہروردی کے مرید شیخ سعدی شیرازی بیان کرتے ہیں: عبد القادر گیلانی را دیدند در حرم کعبہ روی بر حصبا نہادہ ہمی گفت: ای خدا ببخشای و گر ہر آئنہ مستوجب عقوبتم در روز قیامت نابینا بر انگیز مادر روی نیکاں شرمسار نشوم۔

لوگوں نے دیکھا کہ شیخ عبد القادر گیلانی حرم کعبہ میں اپنا چہرہ کنکڑیوں پر رکھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے خدا! مجھے بخش دے، ورنہ اگر واقعی میں سزا کا مستحق ہوں تو قیامت کے دن مجھے نابینا کر کے اٹھانا ،تاکہ صالحین کے سامنے مجھے شرمسار نہ ہونا پڑے۔ (گلستان، باب دوم، حکایت: ۳، ص: ۴۳)

بندگان خدا کا خیال: سرکار ابد قرار سید عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللهِ فَأَحَبُّهُمْ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهِ۔ (شعب الایمان، حدیث: ۷۰۴۶)

ترجمہ: تمام بندگان، اللہ سبحانہ کا کنبہ ہیں، اور اللہ سبحانہ کے نزدیک اس کے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو اس کے بندگان کو نفع پہنچاتا ہے۔

اِس کسوٹی پر حضرت محبوب سبحانی کی حیات کو پرکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ اپنی تمام تر مصروفیات ومشاغل کے باوجود بندگانِ خدا کو نفع پہنچانے میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں۔

آپ کے معمولات میں یہ شامل تھا کہ جب کوئی آپ کو دِینار نذر کرتا، تو آپ اسے چھوتے بھی نہیں بلکہ فرماتے: اسے تکیے کے نیچے رکھ دو۔ جب خادم آتا تو اُس سے فرماتے: تکیے کے نیچے جو دینار کھا ہے وہ نانبائی اور پنساری کو دے آؤ اور اُس سے غذائی اشیا خرید لاؤ۔ پھر آپ کا خادم روٹی لے کر دروازے پر کھڑا ہو جاتا، تاکہ مساکین اپنی حاجت پوری کر لیں۔ نیز جب کبھی خلیفہ کی طرف سے نذر و نیاز آتا، تو فرماتے: اسے چکی والے کو دے کر آٹا خرید لاؤ۔ پھر بعض اصحاب اُس کو اپنے ہاتھ سے گوندھتے۔ یومیہ چار/پانچ روٹی بنائی جاتی اور دن کے آخری میں وہ روٹیاں آپ کے پاس لائی جاتیں۔ آپ اُن روٹیوں کو حاضرین کے اعتبار سے مختلف ٹکڑے کر کے اُنھیں دیتے اور کچھ ٹکڑے اپنے لیے رکھ لیتے۔ پھر مزید اگر کوئی آپ کو تحفہ پیش کیا جاتا، تو اُس کے بھی مختلف حصے کر کے حاضرین پر تقسیم فرما دیتے۔ حاضرین اسے قبول کرتے اور کھا لیتے۔ گویا فقرا و مساکین، حاجت مندوں اور بھوکوں پر بے دریغ خرچ کرنا آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر دنیا کی ساری دولت بھی میرے قبضے میں آجائے، تو میں اُسے بھوکوں کو کھانا کھلانے پر صرف کر دوں اور ایک حبہ بھی اپنے پاس نہ رکھوں۔ (بہجۃ البہجۃ: ذکر نسبہ وصفتہ، ص: ۱۲۱)

حضرت شیخ ابوالقاسم بزار بیان کرتے ہیں: شیخ عبدالقادر ہر رات وسیع دستر خوان بچھانے کا حکم دیتے تھے۔ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے اور ضعفا وغربا کے ساتھ بیٹھتے، مریضوں کی عیادت کرتے۔ طالب علموں کی لغزشوں کو برداشت کرتے۔ احباب پر سختی نہیں کرتے بلکہ ان پر بے حد فیاض تھے۔ غیر حاضر رہنے والے اصحاب کی خبر لیتے۔ ان کے احوال دریافت کرتے۔ ان کی محبت کو یاد رکھتے اور ان کی کوتاہیوں سے صرف نظر کر لیتے۔ کوئی شخص حلفیہ کچھ کہتا تو اسے تسلیم کر لیتے اور اس کے احوال واقعی کا راز فاش نہیں فرماتے۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر شیئ من شرائف اخلاقہ، ص:۲۳۸- معجۃ البہجۃ، ذکر نسبہ وصفتہ، ص:۱۲۳)

شیخ ابو صالح نصر سے مروی ہے کہ شیخ عبدالرزاق بن عبدالقادر بیان کرتے ہیں:

ایک محتاج کو شکستہ دل اور پریشان خاطر دیکھا، تو آپ نے پوچھا: تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے بتایا: میں دریا کے کنارے گیا اور ملاح سے کہا کہ مجھے دریا پار جانا ہے، تو کرایہ نہ ہونے کے سبب اس نے انکار کر دیا۔ محتاجی کے باعث میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔ اس فقیر کی بات ابھی مکمل بھی نہیں ہو پائی تھی کہ ایک شخص تیس دینار کی ایک پوٹلی لیے آپ کے پاس آیا اور آپ کی خدمت میں بطور نذر اس نے تیس دینار پیش کر دیے۔ اس فقیر سے آپ نے کہا: یہ دینار کی پوٹلی ملاح کے پاس لے جاؤ، اسے دے دو اور کہہ دو کہ اب کبھی فقیر و مجبور کو نہ لوٹائے۔ اس کے بعد اپنی قمیص اتار دی اور اس فقیر کو دے دیا۔ پھر اس شکستہ دل فقیر سے بیس دینار میں اپنی قمیص خرید بھی لی۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر شیئ من شرائف اخلاقہ، ص:۲۳۷)

علامہ ابن نجار کی ''تاریخ'' میں مذکور ہے کہ شیخ عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں:

شیخ عبدالقادر نے مجھ سے فرمایا: میں نے جملہ اعمال کی تفتیش کر ڈالی، تو اپنے اعمال میں بھوکوں کو کھانا کھلانے اور حسن اخلاق سے بہتر کسی عمل کو نہیں پایا۔ اگر پوری کائنات کا خزانہ میرے سامنے رکھ دیا جائے، تو میں اُس تمام خزانے کو بھوکوں پر خرچ کر دوں گا۔ میری ہتھیلی میں سوراخ ہے۔ اُس میں کوئی شئے ٹھہرتی ہی نہیں۔ اگر ہزار دینار بھی میرے پاس آجائے، تو رات گزرنے سے پہلے میں اُسے فقرا و مساکین پر خرچ کر ڈالوں گا۔ (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص:۱۹۴)

مقام محبوبیت و معشوقیت: حضرت محبوب سبحانی قدس سرہٗ عالمانہ اور اعلی قسم کے لباس زیب تن فرماتے تھے۔ عمدہ چادر، دیدہ زیب عمامہ اور کلاہ استعمال فرماتے تھے۔ اپنی سواری خچر پر عمدہ اور قیمتی زین رکھتے تھے اور آپ جب خطبہ و نماز جمعہ کے لیے جامع مسجد تشریف لے جاتے تو راستے میں تمام لوگ آپ کے استقبال میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر وعظہ، ص:۲۲۴-۲۲۵- قلائد الجواہر، ص:۱۹۳-۱۹۴)

خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ، شیخ ابو جعفر مکی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ فقیر ایک دن خضر

علیہ السلام کے ساتھ دریائے نیل میں کشتی پر سوار تھا۔ محبوب و مقبول ترین اولیا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اسی درمیان خضر علیہ السلام نے فرمایا:

"شیخ نظام الدین بدایونی و شیخ عبد القادر گیلانی در مقام معشوقی بودند۔ واللہ! ہمچون نظام الدین بدایونی وعبد القادر گیلانی در زیر کبود آسمان نیامدہ است و نخواہد آمد۔" (بحر المعانی، مکتوب: ۱۴، ص: ۲۱۳-۲۱۴)

شیخ عبد القادر جیلانی اور شیخ نظام الدین بدایونی مقام محبوبیت و معشوقیت پر فائز تھے۔ واللہ! رُوئے زمین پر آپ حضرات جیسا نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ حضرت محبوب سبحانی جامع مسجد میں جلوہ فرما تھے۔ آپ کو چھینک آئی۔ جواب میں ہر طرف سے یرحمک اللہ و یرحم بک کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ خلیفہ المستنجد باللہ محراب مسجد میں موجود تھا۔ خلیفہ نے جب دیکھا کہ عوام الناس، آپ سے اس قدر والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں، تو وہ دنگ رہ گیا۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر وعظہ، ص:۲۲۵)

حضرت محبوب سبحانی فرماتے ہیں: میں نے پہلی بار بغداد سے تجرید کی حالت میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ اُس وقت میں جوان تھا اور تن تنہا چلا جا رہا تھا کہ شیخ عدی بن مسافر مجھے راستے میں ملے، وہ بھی جوان تھے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: مکہ مکرمہ! شیخ عدی کہنے لگے: تم میری رفاقت قبول کرتے ہو؟ میں نے کہا: میں بحالت تجرید سفر کر رہا ہوں۔ انھوں نے کہا: میں بھی بحالت تجرید محو سفر ہوں۔ چناں چہ ہم دونوں ایک ساتھ سفر کرنے لگے۔ ایک دن میں نے باحجاب ایک حبشی دوشیزہ کو دیکھا۔ یکایک میرے سامنے آکھڑی ہوئی اور تیز تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر کہنے لگی: اے نوجوان! تم کہاں سے ہو؟ میں نے کہا: عجم سے! اس نے کہا: آج تم نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا۔ میں نے کہا: وہ کیسے؟ اس نے کہا: میں حبشہ میں تھی۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ تمہارے دل پر اللہ عزوجل نے تجلی فرمائی ہے اور تم کو اِس قدر عطا کیا ہے کہ جہاں تک میں لوگوں کو جانتی ہوں اُن میں سے کسی کو بھی اُتنا نہیں عطا کیا گیا، اِس لیے میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ میں تم کو دیکھ لوں اور پہچان لوں۔ بعدہٗ اس حبشی دوشیزہ نے کہا: آج میں تمہارے ساتھ رہوں گی اور آج شام تمہارے ساتھ افطار بھی کروں گی۔ اِتنا کہنے کے بعد وہ ہمارے ساتھ ایک کنارے چلنے لگی اور دوسرے کنارے ہم لوگ چل رہے تھے۔ جب رات ہوئی، تو آسمان سے ایک طباق نیچے اُترا، جس میں سرکہ اور سبزیوں کے ساتھ چھ روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ لڑکی نے کہا: اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِی أَکْرَمَنِی وَأَکْرَمَ اضیافِی۔ (اللہ کا شکر واحسان ہے جس نے میری اور میرے مہمانوں کی عزت رکھ لی۔) کیوں کہ ہر شب میرے لیے صرف دو رُوٹیاں آتی تھیں اور آج ہم تینوں کے لیے دو-دو رُوٹیاں آئی ہیں۔ اِس کے بعد تین لوٹے پانی بھی نازل ہوئے۔ جب ہم لوگوں نے اُس پانی کو پیا، تو محسوس ہوا کہ اُس جیسا شیریں اور لذیذ پانی پوری

روئے زمین پر نہیں مل سکتا۔ پھر اُسی شب وہ لڑکی ہم لوگوں سے جدا ہوگئی۔ جب ہم لوگ مکہ مکرمہ پہنچے، تو طواف کے دوران شیخ عدی پر کچھ اَیسی تجلی ہوئی کہ وہ بے خود ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ کہنے لگے کہ وہ وفات پا گئے۔ اِسی بیچ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ حبشی دوشیزہ ان کے سرہانے کھڑی ہے، اور کہہ رہی ہے کہ جس اللہ عزوجل نے تجھے موت دی ہے وہی اللہ سبحانہ تجھے زندہ بھی فرمادے گا، پھر اُس نے پڑھا: سبحان الذی لاتقوم الحوادث لتجلی نور جلاله إلا بتثبيته، ولاتستقر الكائنات لظهورِ صفاته إلا بتائيده بل اختطفت سبحات قدسه أبصار العقول، وأخذت بهجات بهائه الباب الفحول۔ (پاک ہے وہ ذات کہ اُس کے نور تجلی کے باعث تمام حادثات قائم نہیں رہ سکتے بشرطیکہ وہ ثابت رکھنا چاہے اور اُس کی تائید و حمایت کے بغیر اُس کی صفات کے ظہور سے کائنات قرار نہیں پا سکتا۔ اُس کے انوارِ قدس کی تیزی، عقلی بصیرت کو چھین لیتی ہے اور عظیم لوگوں کی عقلوں کو اُس کی عظمت کے بہجات اُچک لیتے ہیں اور وہ اُس میں محو ہو جاتے ہیں۔) اِس واقعے کے بعد طواف کے دوران مجھ پر بھی تجلی ہوئی اور میں نے اپنے باطن سے ایک آواز سنی۔ مجھ سے کہا گیا: اے عبدالقادر! ظاہری تجرید کو ترک کردو اور تفرید توحید کو مضبوطی سے تھام لو۔ بندگان خدا کے نفع کے لیے بیٹھو۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے خاص بندوں کو تمہارے ہاتھ سے اپنا قرب عطا کریں۔ پھر ناگاہ اسی حبشی دوشیزہ سے ملاقات ہوگئی، وہ کہنے لگی: اے نوجوان! میں نہیں جانتی کہ آج تم کس مقام پر فائز ہو۔ کیوں کہ آج میں تمہارے سر پر نور کو خیمہ زن دیکھ رہی ہوں۔ عنانِ آسمان تک تمہارے گرد فرشتے جمع ہیں۔ تمام اولیاء اللہ کی آنکھیں اپنے اپنے مقامات سے تجھ کو دیکھ کر حیران و ششدر ہیں۔ تمام اولیا اس عظیم نعمت کے امیدوار ہیں جو تمھیں عطا ہوئی ہے۔ پھر وہ لڑکی چلی گئی اور اس کے بعد وہ مجھے کبھی نظر نہیں آئی۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ...، ص: ۱۳۲-۱۳۳- نفحات الأنس، تذکرہ: جاریۂ حبشیّہ، ص: ۳۹۵)

شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی سنجاری کے والد فرماتے ہیں: شیخ عبدالقادر جیلانی دنیا کے سرداروں سے منفرد ہیں۔ اولیاء اللہ میں یکتا و یگانہ فرد ہیں۔ اللہ کی طرف سے مخلوق کے لیے تحفہ ہیں۔ وہ شخص نہایت نیک بخت ہے جس نے آپ کو دیکھا۔ وہ شخص ہمیشہ شاد و آباد رہے جس نے آپ کی صحبت اختیار کی۔ وہ شخص ہمیشہ خوش رہے جس نے آپ کے دل میں رات بسر کی۔ (بہجۃ الاسرار، ص: ۴۳۲)

شانِ یکتائی: حضرت محبوب سبحانی کو اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے اوصاف و کمالات سے مشرف فرمایا تھا کہ آپ کے معاصرین میں سے کوئی آپ کا ثانی نہیں تھا۔ شیخ ابو محمد سبکی بیان کرتے ہیں:

عراق کے اَوتاد ۸/ ہیں: معروف کرخی، امام احمد ابن حنبل، حضرت بشر حافی، حضرت منصور بن عمار، حضرت جنید بغدادی، حضرت سری سقطی، حضرت سہل بن عبداللہ تستری اور سید عبدالقادر جیلی۔ حاضرین مجلس میں سے کسی ایک شخص نے اُن سے دریافت کیا: عبدالقادر کون ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اُس کا مبارک نام

عبدالقادر ہے۔ وہ بغداد میں قیام کرے گا۔ اُس کا ظہور پانچویں صدی ہجری میں ہوگا۔ وہ صدیقین، اوتاد اور افراد میں سے ہوگا۔ وہ قطب زماں ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک ہوگا، یعنی آپ ﷺ کے روح پُر فتوح کا صحبت یافتہ ہوگا، اور آپ ﷺ سے تربیت و تکمیل بھی حاصل کرے گا۔

(اقتباس الانوار، زیر تذکرہ: شیخ عبدالقادر جیلی، ص:۸۰)

غالباً آپ کے اِسی فضل و شرف، رفعت و عظمت اور جاذب و پُر کشش شخصیت کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے سلسلۂ رشیدیہ کے عظیم صوفی بزرگ اور خوش خیال و خوش کلام شاعر حضرت عبدالعلیم آسیؔ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

پوچھتے کیا ہو شہ جیلاں کے فضائل آسیؔ
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

شارحِ مسلم امام نووی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) بیان کرتے ہیں: آپ بغداد میں علمائے شافعیہ اور حنابلہ کے شیخ تھے۔ علمی قافلے کی قیادت آپ کے زمانے میں آپ پر ہی ختم ہوگئی۔ بہت سے اکابر آپ کے بافیض صحبت سے فیضیاب ہوئے اور بے شمار محترم و مکرم شخصیات نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کے معظم و مکرم ہونے پر علماو مشائخ کا اجماع ہے۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے عہد میں آپ کی کوئی نظیر نہیں تھی۔

(قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص:۱۳۷)

علامہ ابن مسلمہ سے منقول ہے کہ اُن کے شیخ امام برزالی اشبیلی (۵۷۷ھ-۶۳۶ھ) نے حضرت محبوب سبحانی کا تذکرہ کچھ اس نہج پر کیا ہے کہ آپ ایک حنبلی فقیہ اور جماعت حنابلہ کے شیخ تھے۔ اِسلام کے ایک ستون تھے۔ آپ کے متبعین و محبین بکثرت ہیں۔ اہل طریقت کی ایک جماعت نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ دائمی ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں آپ کو بڑی اِستقامت حاصل تھی۔ (المشیخۃ البغدادیۃ، شیخ:۱۵، دار الغرب الاسلامی، ۲۰۰۲ء)

حضرت محبوب سبحانی جب وعظ / درس کے لیے کرسی پر تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ کے رعب و جلال کے باعث نہ کوئی چھینکتا / کھنکھارتا اور نہ کوئی بولتا اور نہ ہی کوئی نشست و برخاست کرتا تھا۔ آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ آپ کی آواز کو تمام حاضرین مجلس کے آخری حصے سے بھی اسی طرح سن لیا کرتے جس طرح کہ قریب ترین حاضرین سنتے تھے۔ آپ اہل مجلس کے خطرات کے عین مطابق گفتگو فرماتے اور بذریعہ کشف ان کے خطرات پر متوجہ و مطلع رہتے۔ آپ جب کرسیٔ وعظ سے کھڑے ہوتے تو حاضرین آپ کے اجلال و اکرام میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر وعظ، ص:۲۱۵)

شیخ ابو سعد قیلوی بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں رجال غیب اور جنات ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ حضرت خضر اکثر شریک مجلس رہا کرتے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ بھی شیخ کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں؟ اس پر حضرت خضر نے کہا:

من اراد الفلاح فعلیہ بملازمۃ ہذاالمجلس۔ جو بھی شخص صلاح و فلاح چاہتا ہے اسے چاہیے کہ شیخ عبدالقادر کی مجلس کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ (بہجۃ الاسرار، ذکر وعظہ، ص:۲۱۸)

وصال: شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان کرتے ہیں: جب آپ پر وصال کے آثار ظاہر ہوئے، تو فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں۔ میرے اور مخلوق کے درمیان زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرنا۔ مزید فرمایا: میری تخلیق تمام اُمور سے بالاتر ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماوراہوں۔ اے دنیا میں رہنے والو! سنو، اللہ کا ارشاد ہے: وَاَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ اور میں اُن میں سے ہوں جنھیں اللہ عزوجل جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (اخبار الاخیار، طبقۂ اول، ص:۲۷)

''فتوح الغیب''میں ہے کہ مرض وصال میں آپ کے بیٹے شیخ عبدالوہاب نے عرض کیا: میرے آقا! مجھے ایسی وصیت کیجیے جس پر میں آپ کے بعد عمل کروں۔آپ نے فرمایا: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ، وَلَا تَخَفْ أَحَدًا سِوَى اللهِ، وَلَا تَرْجُ أَحَدًا سِوَى اللهِ، وَكُلُّ الْحَوَائِجِ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ، وَلَا تَعْتَمِدْ إِلَّا عَلَيْهِ، وَاطْلُبْهَا جَمِيْعًا مِنْهُ تَعَالَى، وَلَا تَتَّكِلْ عَلَى أَحَدٍ غَيْرَ اللهِ سُبْحَانَهُ، التَّوْحِيْدُ التَّوْحِيْدُ جِمَاعُ الْكُلِّ۔

(فتوح الغیب، المقالۃ:۷۸، ص:۱۷۶)

ترجمہ: اللہ عزوجل سے ڈرو۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ اللہ کے سوا کسی سے کوئی اُمید نہ رکھو۔ اپنے تمام حاجات کو اَللہ عزوجل کے سپرد کردو۔ اسی کی ذات پر ہی اعتماد رکھو۔ اپنی تمام حاجتیں اسی سے طلب کرو۔ اس کے سوا کسی پر توکل نہ کرو۔ وہی تمام چیزوں کا مالک و منتظم ہے۔

وصال سے کچھ دیر پہلے تازہ پانی سے غسل فرمایا اور عشا کی نماز ادا کی۔ دیر تک بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز رہے اور تمام اُمت محمدیہ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اس کے بعد آپ پر سکرات کا عالم طاری ہوگیا اور تین بار اللہ، اللہ، اللہ فرمایا۔ اسی کے ساتھ آواز پست ہوتی گئی اور ۹۱؍ سال کی عمر میں ۱۷؍ ربیع الآخر (بعض کے نزدیک ۹؍ ربیع الآخر) ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء کو اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ جنازے کی نماز آپ کے بیٹے شیخ عبدالوہاب قدس سرہٗ نے پڑھائی۔

چوں کہ عوام و خواص میں محبوب سبحانی کی مقبولیت بہت زیادہ تھی، اِس لیے آپ کے جنازے میں پورا بغداد اُمڈ آیا تھا۔ کثرت اژدہام کے باعث باب حلبہ، سڑکیں، بازار، راستے وغیرہ بھر چکے تھے۔ دن میں آپ کی

تدفین ہر گز ممکن نہیں تھی، اس لیے رات کے وقت آپ کو دفن کیا گیا۔(محجۃ البہجۃ، ص:۱۲۷)

آخری بات

حضرت محبوب سبحانی کی حیات طیبہ پر متذکرہ بالا تحریر کے دوران جن تجربات سے ہمارا سابقہ پڑا، وہ ہمارے لیے انتہائی عبرت انگیز ہیں۔ دوران مطالعہ آپ سے متعلق بالخصوص تین طرح کے راویان سامنے آئے: ایک معتقدین غالیین، دوسرے معتقدین منصفیں اور تیسرے معترفین محققین۔

اول الذکر: اس طبقے کے افراد بالعموم کرامات وخوارق کو پیش نظر رکھتے ہیں، آپ کی شخصیت کو اسی پس منظر میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنا سارا کا سارا زور اسی پر صرف کرتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک کرامات وخوارق ہی آپ کی اصل عظمت ورفعت اور حقیقی مقاصد حیات کو ظاہر کرسکتی ہیں، چناں چہ انھوں نے آپ سے متعلق کرامات وخوارق کی کچھ ایسی جھڑی لگادی ہے کہ آپ کی حیات کا بنیادی مقصد اور اس کا اصل رخ ہی پردۂ خفا میں چلا گیا۔ آپ کی شخصیت کا جو اصل جوہر ہے، خوارق وکرامات کے شیدائیوں نے جانے انجانے اُسے ناقابل اعتنا سمجھ لیا اور اُسے کنارے کردیا، بلکہ درحقیقت آپ کی قابل رشک وقابل تقلید شخصیت کو دیومالائی بنادیا۔ اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ آپ کی مثالی حیات طیبہ ہر رطب ویابس سے مملو نظر آتی ہے۔ اس طبقے کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی شخصیت کرامات وخوارق کی محتاج نہیں ہے اور نہ ہی کرامات آپ کی شخصیت ومرتبت میں کچھ اضافہ کرسکتی ہیں، بلکہ اس کے بغیر بھی آپ غوثیت کے مقام پر فائز ہیں، اگرچہ اس سے انکار ممکن نہیں کہ کرامات کا پہلو بھی آپ کی زندگی کا مسلمہ حصہ ہے جسے مورخین نے تواتر کا درجہ دیا ہے۔

ثانی الذکر: اس طبقے کے افراد، آپ کے ایام حیات اور سوانح ترتیب دیتے کے وقت بڑے ہی محتاط رہتے ہیں اور بہر حال توازن واعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ لیکن چوں کہ ان کے پیش نظر اصل ماخذ اور آپ کی عظیم المرتبت شخصیت بھی رہتی ہے، اس لیے مستند روایات کے ساتھ ساتھ یہ درایات کو بھی اہمیت وفوقیت دیتے ہیں۔ لیکن اگر کہیں معانی ومفاہیم بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں، تو ایسے عالم میں بھی وہ کسی روایت کا بالکلیہ انکار نہیں کرتے ہیں، بلکہ حتی الوسع تطبیق دینے کی سعی بلیغ کرتے ہیں۔ البتہ! جب حسن معانی ومفاہیم کے دروازے بند ہوجاتے ہیں اور تعبیر وتاویل ناگزیر ہوجاتی ہے تبھی کسی حتمی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ اس طبقے کے نزدیک کرامات وخوارق کا صدور وثبوت ہوتا ہے لیکن اس میں رطب ویابس کو برداشت نہیں کرتے۔ اس طبقے کی مقدار نسبتاً بہت کم ہے۔

ثالث الذکر: اس طبقے کے افراد بالعموم مستند روایات کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اسی پس منظر میں آپ کی

شخصیت کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چوں کہ یہ معترفین ہوتے ہیں معتقدین نہیں، اس لیے بالخصوص آپ کے معاصر مشائخ، تلامذہ اور خلفا کے مرویات کو فوقیت دیتے ہیں اور اس سے کم درجے پر مطمئن نہیں ہوتے۔ ان کا معاملہ یہ ہے کہ یہ افراد بہت سی مستند روایات کو بھی درایت اور عقل کا حوالہ دے کر رد کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ کرامات و خوارق کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن اعتقاداً تسلیم کرنے میں تامل کرتے ہیں بلکہ منکر نظر آتے ہیں۔ اس طبقے کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب اہل سنت کے نزدیک اصولی طور پر کرامات و خوارق کو درست تسلیم کیا گیا ہے، خود کتاب و سنت میں مختلف کرامات مذکور ہیں، پھر غوث پاک یا کسی بھی بزرگ سے منسوب کسی مستند کرامت کا انکار چہ معنی دارد؟

بہر کیف! مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی کی حیات کا مطالعہ معتدل و متوازن پیش کیا جائے، تاکہ جن اشخاص نے محض کرامات ہی کو آپ کی اصل حیات باور کر لیا ہے اور آپ کے تعلق سے دیومالائی دنیا میں گم ہیں وہ آپ کی اصل حیات سے روشناس ہوں اور آپ کے زندہ اسباق سے اپنے پژمردہ حیات کو تابندگی بخشیں۔ ساتھ ہی جو طبقہ کرامات کو اصولاً تسلیم کرتا ہے اسے کرامات کے انکار میں جلدی نہیں کرنا چاہیے۔ ہم نے معتدل اور منصفانہ مطالعے کی کوشش کی ہے، اس میں ہم کتنا کامیاب ہیں، یہ فیصلہ اہل علم کے حوالے ہے۔

کتابیات

۱۔ اخبار الاخیار از شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ناشر: انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، کتابخانہ ملی، ایران، ۲۰۱۹ء

۲۔ اقتباس الانوار از شیخ محمد اکرم قدوسی، ناشر: مطبع اسلامیہ، لاہور، ۱۳۳۲ھ

۳۔ البدایہ والنہایہ از عمر بن کثیر، جلد: ۱۲، ص: ۳۱۳، الناشر: دار احیاء التراث، بیروت، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

۴۔ الجواہر والدرر فی ترجمۃ ابن حجر از علامہ سخاوی، مطبوعہ: دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

۵۔ الشیخ عبد القادر جیلانی: حیات وآثار از یونس ابراہیم السامرائی، ناشر اشرق الجدید، بغداد، ۱۹۸۸ء

۶۔ العالم الکبیر والمربی الشہیر الشیخ عبد القادر از ڈاکٹر علی محمد الصلابی، موسسۃ اقراء، قاہرہ، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

۷۔ الغنیۃ لطالبی طریق الحق از شیخ عبد القادر جیلانی، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء

۸۔ الفتح الربانی والفیض الرحمانی از شیخ عبد القادر جیلانی، ناشر: منشورات الجمل، بغداد، ۲۰۰۷ء

۹۔ المشیخۃ البغدادیۃ، دار الغرب الاسلامی، اشاعت: ۲۰۰۲ء

۱۰۔ المغنی از ابن قدامہ مقدسی، مکتبہ القاہرۃ، مصر، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء

۱۱۔ مجۃ البہجۃ (خلاصہ بہجۃ الاسرار) تحقیق: ڈاکٹر فالح کیلانی

۱۲۔ الوافی بالوفیات از صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی، دار احیاء التراث، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء

۱۳۔ بحر المعانی از شیخ ابو جعفر مکی، ناشر: تقی انور علوی کاکوروی، ۲۰۱۰ء

۱۴۔ بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار از شیخ ابوالحسن شطنوفی، مکتبہ توفیقیہ، قاہرہ، مصر
۱۵۔ تفریح الخاطر فی ترجمۃ الشیخ عبدالقادر جیلانی، مطبوعہ: تکیۃ القادریۃ، اسکندریہ
۱۶۔ حدائق بخشش از مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی، ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، کراچی، ۲۰۱۲ء
۱۷۔ ذیل طبقات الحنابلۃ آز ابن رجب حنبلی، ناشر: مکتبۃ العبیکان، ریاض، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء
۱۸۔ سیر اَعلام النبلاء از اِمام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، ناشر: مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء
۱۹۔ صحیح البخاری از امام محمد بن اسماعیل بخاری، مطبوعہ: دار طوق النجاۃ، دمشق، ۱۴۲۲ھ
۲۰۔ الطبقات الکبریٰ (عربی) از امام عبدالوہاب شعرانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۷۱ء
۲۱۔ طبقات الحنابلہ از ابوالحسن ابی یعلی، دار المعرفۃ، بیروت
۲۲۔ طبقات الشافعیہ از ابن قاضی شہبہ، دار النشر، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۲۳۔ علماء عاملون از ڈاکٹر قحطان عبدالرحمٰن الدوری، ناشر: المملکۃ الاردنیۃ الہاشمیۃ، عمان، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء
۲۴۔ عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی، ناشر: دار المعارف، شارع النیل، قاہرہ، مصر
۲۵۔ عین المعارف از حضرت عبدالعلیم آسی، ناشر: ادارۂ یادگار آسی غازی پوری، قمر ہاؤس، کراچی، ۱۹۸۸ء
۲۶۔ فتوح الغیب (عربی) اَز شیخ عبدالقادر جیلانی، مطبوعہ: مکتبہ مصطفائی البابی، مصر، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۳ء
۲۷۔ قلائد الجواہر از علامہ محمد بن یحییٰ الحلبی، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر
۲۸۔ گلستان سعدی از شیخ سعدی شیرازی، تہران، ایران، ۱۳۶۷ھ
۲۹۔ معجم المولفین تراجم مصنفی الکتب العربیہ اَز عمر رضا کحالہ، ناشر: موسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۹۹۳ء/۱۴۱۴ھ